میثم قادری

مجلّہ جامِ کوثر

مردان

جلد نمبر 2

شمارہ نمبر 5

جنوری/اپریل بمطابق 2014 ربیع الاول/جمادی الاول 1435ھ



چارسدہ: لبیک یارسول اللہ ﷺ کانفرنس کے موقع پر حضور ﷺ کے موئے مبارک کا عاشقان مصطفی ﷺ دیدار کررہے ہیں۔

چیف ایڈیٹر: انصارالابرار 0314-5769494

مجلہ جامِ کوثر مردان

(بفیضانِ کرم) غوث اعظم سرکار بغداد پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد نمبر 2 | جنوری/اپریل بمطابق 2014 ربیع الاول/جمادی الاول 1435ھ | شمارہ نمبر 5

بیاد: امام اہلسنت آفتاب ہدایت مجدد دین وملت عظیم البرکت اعلیٰ حضرت اشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ



چیف ایڈیٹر: انصار الابرار
0314-5769494

(زر تعاون کیلئے) اکاؤنٹ نمبر 0203394405
UBL برانچ کوڈ نمبر 0228 نیواڈہ مردان۔

خط وکتابت

انصار الابرار گاؤں کاگان ڈاکخانہ ڈنڈو ڈھیری ضلع مردان صوبہ خیبر پختونخوا۔
Email: ansar0314@gmail.com

گھر بیٹھے (جامِ کوثر) حاصل کرنے کیلئے ایک فون کیجئے۔ 0314-5769494

فہرست



رسالہ پڑھ کر اپنے قیمتی آراء سے ہمیں آگاہ کر کے تعاون فرمائیں۔(ادارہ)

حمد باری تعالیٰ

ہے پاک مرتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا
شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے کیوں حجاب
کیا کام اس جگہ فرد ہرزہ تاز کا
لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ دے جگہ ترے آگاہ راز کا
عش آگیا کلیم سے مشتاق دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا
ہر شے سے ہیں عیاں مرے صانع کی صنعتیں
عالم سب آئینوں میں ہے آئینہ ساز کا
افلاک وارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا
اس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمت بیکس نواز کا
کیوں کہ نہ میرے کام بنیں غیب سے حسن
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کار ساز کا

(محمد حسن رضا خان قادری)

مصطفیٰ جانِ رحمت
پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام ۔۔۔ شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یارِ ارم تاجدار حرم ۔۔۔ نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں ۔۔۔ اس سَرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا ۔۔۔ اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی ۔۔۔ ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا ۔۔۔ اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں ۔۔۔ اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود ۔۔۔ اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں ۔۔۔ انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا ۔۔۔ اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں ۔۔۔ اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس طرف اٹھ گیا غنی کردیا ۔۔۔ موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

مسز روبینہ محبوب سروری قادری ایم۔اے(ایجوکیشن)

دنیا

غافل تجھے گھڑیال یہی دیتے ہیں منادی ۔۔۔ خالق نے گھڑی عمر سے ایک اور گھٹادی

باوجود دن گزرنے اور راتوں کے بسر ہونے کے آدمی کب تک سلامت رہ سکتا ہے۔اگر آدمی کو خود پر زمانہ کی تاثیر معلوم ہو کہ ہر گھڑی نقصان عمر کرتی جارہی ہے تو دنوں کے گزرنے سے نفرت ہو اور ہر لمحہ کے چلے جانے سے وحشت ،مگر اللہ پاک کی حکمت ہے۔کہ ہمیں وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔

دنیا میں جو بھی آفتیں آتی ہیں انسان ان سے مطمئن ہے یعنی اس کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ کوئی آفت اس پر آئی اور پھر گزر بھی گئی۔وہ بالکل یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ اگر خالق نے اسے کسی آفت میں مبتلا کیا تو اس کے پیچھے اس کی کیا حکمت چھپی ہوئی تھی۔انسان کی اپنی وہ کونسی کوتاہی تھی جس کی وجہ سے اسے مبتلائے بلا کیا گیا۔ایک کے بعد دوسری مصیبت آتی ہے۔لیکن بندہ پھر بھی نہ دنیا کی حقیقت کو سمجھتا ہے نہ اپنے خالق و مالک کی رضا جاننے کی کوشش کرتا ہے۔اور تمام تر آفتوں کے باوجود دنیا میں ہی مست و مگن رہتا ہے۔وہ ان آفتوں کا رونا تو روتا ہے لیکن ان سے سبق نہیں سیکھتا اور پھر سے دنیا کی لذات کا مزہ لینے لگتا ہے حالانکہ وہ مزہ پل بھر کیلئے ہوتا ہے۔جب تک اللہ پاک اس دنیا کے حقائق کھول کر کسی انسان کو راہِ راست پر چلنا نصیب نہ فرمائے اس دنیا کے عیب کسی بھی انسان کو نظر نہیں آتے۔جو وقت گزر چکا ہے انسان کو واپس نہیں مل سکتا اور جو وقت وہ گزار رہا ہے۔اس کو بھی سوچے سمجھے بغیر ضائع کررہا ہے۔اور وہ وقت جو ابھی آیا نہیں اس کا حال معلوم نہیں کہ وہ ملے گا بھی یا نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

☆ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور دنیا کو ترک کرو گے تو تم کو اس کا چھوڑنا اچھا معلوم نہ ہوگا۔مگر ایک دن تم کو چھوڑ دے گی۔تم اس کو نیا کرنا چاہتے ہو اور وہ تمہارے جسموں کو پرانا کیے جاتی ہے۔(نہج البلاغہ) ظاہر میں تو دنیا ٹھہری ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ بڑی تیز رفتاری سے جلد جلد بھاگ رہی ہے۔اس کی حرکت دیکھنے سے معلوم نہیں ہوتی مگر اس کے ماہ و سال بڑی تیزی سے گزر رہے ہیں۔وہ انسان جو غور و فکر کرتا ہے۔وہ اس کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے۔اور پھر وہ اس کے ایک ایک لمحے سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔یعنی جدوجہد کرکے اللہ پاک کو پہچانتا ہے۔اس کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

اور دنیا کی زندگی کو اللہ پاک کے حکم کے مطابق گزارتا ہے۔ وہی سب سے دانا اور عقلمند ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا "جب سے میں دنیا میں پیدا ہوا وہ گھٹتی چلی جاتی ہے اور آخرت منہ کے سامنے آتی جاتی ہے۔ پس اپنے آپ کو ایسی جگہ پہنچانا چاہیے جو نزدیک اور سامنے ہے دور کی جگہ سے کیا فائدہ"۔

دنیا کیا ہے؟ خدا کی یاد سے غافل ہونے کو دنیا کہتے ہیں نہ کہ دنیا کے ساز وسامان اور روپے پیسے کو، نہ ہی سونا چاندی کو اور نہ ہی بیوی بچوں کو دنیا کہتے ہیں دنیا کو دنیا اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ لفظ "دنایۃ" سے مشتق ہے اور "دنایۃ" کے معنی کمینی شے کے ہیں۔ لہٰذا دنیا کو دنیائے دنی (کمینی دنیا) کہا جاتا ہے۔

دنیا اللہ اور اس کے بندوں کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ اللہ کی دشمن اس وجہ سے کہ اللہ کے بندوں کو اس کا راستہ نہیں چلنے دیتی۔ اللہ کے بندوں کی دشمن اس لیے ہے۔ کہ اس نے مکروفریب سے ان کو بتدریج پھنسالیا۔ اور یہاں تک کہ وہ اس پر اعتماد کر بیٹھے لیکن پھر وہ ان کو ایسا محتاج کرے گی کہ وہ سوائے حسرت وندامت کے کچھ ساتھ نہ لے جائیں گے۔ انسان دنیا کے سارے کام کرتا ہے لیکن اللہ پاک کے بارے میں نہیں سوچتا کہ اس نے انسان کو کس مقصد کیلئے پیدا کیا ہے اور وہ انسان کو کس مقصد کیلئے پیدا کیا ہے اور وہ انسان سے کیا چاہتا ہے۔ انسان اللہ کو بھول کر دنیا کی فکر میں گم ہے کہ کیسے مال ودولت کمائے، کیسے گھر اور جائیداد بنائے اور کیسے لوگوں میں اپنا نام بنائے تاکہ ہر کوئی اس کی عزت کرے۔ ایسے ہی انسان کو دنیادار کہتے ہیں لیکن جو انسان ہر کام کرتے وقت صرف اللہ کو یاد رکھے اور اُسی کے بارے میں سوچے کہ اس کو کیسے راضی کرے اور وہ کس بات سے خوش ہوتا ہے۔ اور کس بات سے ناراض ہوتا ہے۔ ایسے انسان کو ہم دنیادار نہیں کہیں گے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا" **الدنیا جیفۃ و طالبھا کلاب**" یعنی دنیا مردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے" **وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاعُ الغرور**"

ترجمہ: یعنی دنیا کی زندگی سوائے دھوکے اور فریب کے کچھ بھی نہیں۔ (آل عمران-185)

حدیث میں آیا ہے "**الدینا سجن المومن وجنۃ الکافر**" ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: تمہارے پاس میرے بعد دنیا آئے گی اور کھائے گی تمہارے ایمان جیسے کھاتی ہے آگ لکڑی کو۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور فنا ہو جاتی اور آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقلاء کو یہی چاہیئے تاکہ باقی ہی چیز کو پسند کرتے اور فانی کو چھوڑتے۔ گو اب تو یہ فانی چیز ٹھیکری ہے اور باقی سونے کی۔ اللہ پاک نے اس آیت میں ان سب چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کو دنیا کہا جاتا ہے۔

☆ ترجمہ: لوگوں کیلئے عورتوں کی کشش، اولاد، جمع شدہ دولت کے خزانوں، سونے چاندی، شاندار گھوڑوں، چوپایوں اور کھیتی سے زینت دی گئی ہے۔ یہ دنیا کا مال ہے۔ اللہ کے پاس ہی اصل ٹھکانہ ہے۔ (آل عمران-16) مرد وعورت یا اولاد کی محبت اگر اتنی حاوی ہو کہ بندہ اللہ کو بھی بھول جائے تو اس کو دنیا کہتے ہیں۔ ایسا مال ودولت اور سونا و چاندی جو اللہ کی یاد سے غافل کردے اس کو دنیا کہتے ہیں۔ لیکن اگر ہر وقت اللہ کو یاد رکھے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے ہی عورت اور بیٹے سے محبت کرے اور مال ودولت کو ضرورت پوری کرنے کے بعد جمع نہ کرے بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کو دنیا نہیں کہیں گے۔

اللہ تعالٰی نے سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر 131 میں فرمایا ہے۔ ترجمہ: اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھیے، ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو، یہ محض دنیاوی زندگی کی زیب وزینت ہیں اور انہیں اس لیے دی ہیں تاکہ ہم ان سے آزمائیں انہیں اور آپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی محض چند روزہ ہے اور دل لگانے کی جا نہیں ہے بلکہ یہ آزمائش کیلئے ہے کہ کون اللہ کو یاد رکھتا ہے اور کون بھول جاتا ہے۔ جو انسان دنیا کی ظاہری زیب وزینت اور دلفریب نظاروں میں کھو کر اللہ کو بھول جائیگا۔ وہ خسارے میں رہے گا۔ اور وہ اپنی آزمائش میں کامیاب نہ ہوگا۔

حضرت موسیٰؑ ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ رو رہا تھا۔ جب آپؑ پھر کر واپس آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک رو رہا ہے۔ آپؑ نے جنابِ احدیت میں عرض کیا کہ الٰہی تیرا بندہ تیرے خوف سے روتا ہے۔ حکم ہوا کہ اے ابن عمران! اگر یہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بھی آنسوؤں کے ساتھ بہا دے گا۔ اور ہاتھ اُٹھائے گر پڑے گا تو بھی میں اس کی مغفرت نہ کروں گا اس لیے کہ یہ محبت دنیا میں مبتلا ہے۔

حضرت رابعہؒ کے پاس کچھ لوگ حاضر ہوئے اور دنیا کا ذکر کر کے اس کی مذمت کرنے لگے۔ انہوں نے فرمایا کہ چپ رہو اس کا ذکر مت کرو اگر اس کی جگہ تمہارے دلوں میں نہ ہوتی تو کثرت سے ذکر کیوں کرتے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر بہت کیا کرتا ہے۔ حضرت کعبؒ کا قول ہے کہ دنیا تم کو یہاں تک محبوب ہوگی کہ تم اس کی اور اس کے لوگوں کی پرستش کرنے لگو گے۔

حضرت یحیٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: "عاقل شخص تین ہیں"۔

اول: وہ کہ دنیا کو ترک کرے پہلے اس کے کہ دنیا اسے ترک کردے۔

دوسرا: وہ کہ قبر میں جانے سے پہلے اپنی قبر بنالے۔

تیسرا: وہ کہ خالق کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے اس کو راضی کرلے۔

حضرت سخی سلطان باہوؒ فرماتے ہیں۔

☆ انسان دنیاوی خواہشات اور لذات سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ جو شخص دنیا کی محبت دل سے نہیں نکالتا اسے نہ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ نہ مجلس محمدیؐ کی حضوری۔ اور نہ اس کے قلب، قالب اور ہر ایک بال سے ذکر اللہ جاری ہوتا ہے۔ معرفت الٰہی ترک دنیا کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ (کلید التوحید کلاں)

☆ جو دنیا اور مراتب دنیا پر فخر کرے اس سے نبیؐ رنجیدہ ہوتے ہیں اور بیزار، اور فرماتے ہیں کہ دنیائے فرعونی پر آدمی فخر کرتے ہیں اور میرے علم اور میرے فقر اور دین سے بیزار ہوتے ہیں۔ میں ان سے بیزار ہوں۔ (محک الفقر کلاں)

دین تے دنیا سکیاں بھیناں، تینو عقل نہیں سمجھیندا ھو
دونویں اکس نکاح وچ آون، شرع نہیں فرمیندا ھو
جیویں اگ تے پانی تھاں ہکے وچ، واسا نہیں کریندا ھو
دونیں جہانیں اوہ مٹھا باھوؒ جیہڑا دعویٰ کوڑ کریندا ھو

یعنی دین حق اور دنیا دو سگی بہنوں کی مثل ہیں جس طرح دو حقیقی بہنیں ایک مرد کے نکاح میں نہیں آسکتیں اور جس طرح آگ اور پانی اکھٹے نہیں ہو سکتے اسی طرح دین اور دنیا کو ایک دل میں اکھٹا نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے بھی یہ جھوٹا دعویٰ کیا وہ کذاب ہے اور دونوں جہانوں میں خسارہ پانے والوں میں رہا۔

سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علیؒ فرماتے ہیں۔

☆ اگر تیرے پاس مال و دولت ہے لیکن تیرے دل میں اس کی محبت نہیں ہے اور تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دھڑک صرف کرتا ہے تو یہ دنیا نہیں ہے البتہ اسباب دنیا کو جب تو اپنی مجبوری بنالیگا تو تیرے لیے سب اسباب دنیا بن جائیں گے۔ پس تو دنیا میں رہتے ہوئے بھی اپنے دامن کو بچا کر نکل جا جیسا کہ مرغابی پانی میں رہتے ہوئے بھی اپنے پر خشک رکھتی ہے۔ تو کاروبار دنیا کر مگر اللہ کیلئے دنیا کا رزق کھا مگر اللہ کیلئے دنیا میں چل پھر مگر اللہ کے لیئے میں یہ نہیں کہتا کہ تم جہان بھر سے علیحدگی اختیار کرو ہاں البتہ جو کام بھی کرو اس میں یاد خدا ہو اور قلب اللہ کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ دنیا کے کام کی طرف۔
(شمس الفقر)

حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں کہ جیسے بیمار آدمی شدت درد میں کھانے کا مزہ نہیں پاتا۔ اسی طرح جس کو دنیا کا روگ ہے وہ عبادت کی حلاوت نہیں اُٹھاتا۔

آیئے پوچھیں: آپ کسی بھی دینی مسائل کے مسئلہ میں الجھن کا شکار ہوں تو اس کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں جاننے کیلئے آج ہی لکھیں:

خیابان رضا کا ایک گلبھار شجر

تحریر: سردار محمد اکرم بٹر (ایم اے)

(مسافروں سے کہہ دو کہ راتوں میں تھک نہ جائیں میں لا رہا ہوں خود اپنے لہو سے بھر کے چراغ)

آج ہم ایک ایسے مرد درویش کا ذکر کر رہے ہیں جو اپنے بدن کی ہڈیوں سے لہو کشید کر کے علم وحکمت اور معرفت کے ایسے دیئے جلاتا رہا جن کے نور سے بدعقیدگی، منافقت، صلح کلیت اور جانبداری کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کافور ہو رہے ہیں۔ اور حقائق کا نیر تاباں طلوع ہو رہا ہے۔ خیابان رضا کے اس بوڑھے برگد کی گھنی چھاؤں خاص وعام کیلئے یکساں راحت وسکون کے سامان مہیا کرتی رہی۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے میکدے پر آنے والے اپنی اپنی بساط کے مطابق جام لنڈھاتے رہے ہیں۔ کوئی تاریخ وادب پر بات کر رہا ہے تو کوئی فارسی ادب کے اساتذہ کا کھوج لگا رہے۔ کبھی میدان سیاسیت کی شہسواری ہے تو کبھی علم وحکمت کی گھتیاں سلجھائی جا رہی ہیں۔ جہاں آنے والے علماء بھی ہوتے ہیں اور طلباء بھی، متلاشیان حقیقت اگر تصوف کے بحر عمیق میں غوطہ زن ہیں تو دوسری طرف "رجال الغیب" پر گفتگو کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقیؒ کی ذات اقدس ایک "اوپن یونیورسٹی" کا درجہ رکھتی تھی۔ دنیا بھر میں شائع ہونے والے رسائل وجرائد اور مسلک رضا کی اشاعت کیلئے کام کرنے والے اداروں آپ سے رابطہ رہتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ علماء ومشائخ، دانشور، ادیب اور عوام الناس میں سے ہر ایک شخص اپنی اپنی بساط کے مطابق علم وادب کے "پھول" اور موتی دامن طلب میں سمیٹ لیتا۔

میں اپنے دور طالبعلمی سے ہی مکتبہ نبویہ پر جاتا اور رسائل وغیرہ خرید کر لاتا تھا۔ اکابر اہلسنت کیساتھ تعارف کا ایک وسیع سلسلہ بھی فاروقی صاحب کی ہی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ پاکستان بھر سے آنے والے دینی رسائل اور انڈیا کے کنز الایمان، جام نور، اشرفیہ اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت سمیت کئی رسائل کا میں باقاعدہ خریدار ہوں اور بہت سے پرچے مجھے اعزازی طور پر بھی ملنا شروع ہو گئے تھے۔

کچھ عرصہ پہلے پیرزادہ اقبال فاروقی صاحبؒ کے مکتبہ نبویہ پر حاضر تھا کہ آپ نے مجھے ایک

نیا پرچہ (**جام کوثر**) دیا اور فرمانے لگے کہ یہ ایک نوجوان نے مردان جیسے سنگلاخ خطہ سے نکالا ہے اور دہشت گردوں کے عقائد ونظریات کا رد کرنے والا پرچہ ہے۔ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر برخوردار انصار الابرار صاحب مسلک امام احمد رضا سے محبت کرنے والے محنتی کارکن ہے اور جام کوثر ایک معلوماتی رسالہ ہے۔ لہٰذا آپ بھی انصار الابرار صاحب سے رابطہ کرو اور باقاعدگی سے اس کیلئے لکھا کرو۔

میں جام کوثر کو KPK میں گلشن رضا کی بہاروں کا تازہ جھونکا سمجھتا ہوں۔ چنانچہ فاروقی صاحب کے حکم پر میں نے انصار الابرار صاحب سے رابطہ کیا جس پر وہ بہت ہی خوش ہوئے اور میرا خط بھی شمارہ نمبر 3 میں شائع کیا تھا۔ فیضان فاروقی کا دائرہ بہت وسیع ہے جیسا کہ اس مضمون آگے چل کر ذکر کروں گا۔

غرض یہ کہ حضرت فاروقی صاحب نے ایسا جہان آباد کر رکھا تھا جہاں سب کچھ ملتا ہے۔ کسی کا دست سوال خالی نہیں رہتا۔ ممبئی بھارت کے ممتاز دانشور محمد زبیر قادری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ فاروقی صاحب باغ وبہار شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی گفتگو میں وہ چاشنی ہوتی ہے کہ جی کرتا ہے وہ کہتے رہیں۔ اور ہم سنتے رہیں پنجابی لب ولہجہ میں جب وہ اردو میں گفتگو کرتے ہیں تو باتوں کا مزہ اور بھی دوبالا ہو جاتا ہے۔ ان کی باتوں کو سن کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ 83 سال کے بوڑھے ہیں۔ اس پیرانہ سالی میں وہ آج بھی نوجوانوں کی طرح خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔

تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں سالہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات

رضویت کے عظیم دانشور علامہ غلام جابر شمس مصباحی ممبئی انڈیا رقمطراز ہیں کہ علامہ اقبال احمد فاروقی جوہری ہیں جوہر شناسی کا فن جانتے ہیں۔ جوہر گری کا ہنر آتا ہے وہ ہنر جو شرارہ کو شعلہ اور شعلہ کو شرارہ کر دے یا دریا کو قطرہ اور قطرہ کو دریا بنا دے۔ نئے پرانے خادمان علم کی خدمات کا اعتراف وپذیرائی۔ ابھرتے ڈوبتے قلمکاروں کا استقبال وحوصلہ افزائی اور جلتے بجھتے چراغوں کی لو جس انداز سے آپ تیز کرتے ہیں وہ آپ کا کمال ہنر ہے۔ (ماہنامہ جہان رضا جنوری 2006ء)

دور حاضر میں جس طرح نفسانفسی کا عالم ہے کوئی دوسرے کی خدمات کا اعتراف تو کیا تحسین کے دو کلمات بھی نہیں کہتا۔ ہمارے ہاں ناقدری کی بدترین مثال ہے لیکن پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کی شخصیت ایسا ہشت پہلو ہیرا ہے جس کا ہر رنگ جدا ہے اور ہر رنگ میں "ضیائے رضا" جھلک رہی ہے اور یہ رنگ تب پیدا ہوئے جب انور پیر فاروقیؒ کے بیٹے کو مفسر قرآن علامہ محمد نبی بخش حلوائیؒ اور حکیم

اہلسنت حضرت محمد موسیٰ امرتسریؒ جیسے جوہریوں نے تراش خراش کر کے "انمول موتی" بنا دیا اور آج یہ گوہر نایاب بنا۔

1968ء میں حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ نے فکر رضا کو عام کرنے کیلئے گلشن رضا کی آبیاری شروع کی تو پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب بھی باغ رضا سے "جھاڑ پھونس" دور کر کے "کیاریاں" درست کرنے میں مصروف ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ

ضرب خیال سے کہاں ٹوٹ سکیں گی بیڑیاں — فکر چمن کے ہمرکاب جوش جنوں بھی چاہیئے

چنانچہ آپ نے شب و روز حکیم اہلسنت کی پرعزم شخصیت کے زیر سایہ جہان رضا آباد کرنے میں لگا دیئے اور پھر یوں ہوا کہ

(گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں!)

مرکزی مجلس رضا لاہور کی جدوجہد سے ہر طرف "رضوی بہار" آ گئی۔ وہ رضا جسے ایک نعت خواں مولوی سے زیادہ درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ ایک نابغہ روزگار شخصیت کی حیثیت سے متعارف ہوئے جو پیر اور مولوی انہیں ایک فتویٰ باز اور جھگڑالو مولوی سے آگے کچھ نہیں مانتے تھے۔ وہ ان کے شیدا ہونے لگے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ امام احمد رضاؒ کی شخصیت کو نشان منزل بنا لیا گیا پھر نفرتوں کے بادل چھٹنے لگے۔ غبار دھل گئے اور آپؒ کی شخصیت آفتاب نصف النہار بن کر چمکنے لگی۔

دامن رضا سے وابستگی نے اقبال احمد فاروقی کو کاروان علم و ادب کا حدی خواں بنا دیا اور پھر صاحبان نظر کہنے لگے

کہ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی!

فاروقی صاحب لکھنے پر آئے تو راہوار قلم سرپٹ دوڑنے لگا راستوں کا تعین ہونے لگا۔ اپنے بیگانے اعتراف پر مجبور ہو گئے۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب سرکاری ملازمت میں تھے تو اک جہان گرویدہ بنا لیا اور پھر بڑھاپے میں بھی "پرانے یار" انہیں آنکھوں پر بٹھاتے رہے ہیں۔

علماء کی محفل میں بیٹھے تو یوں محسوس ہونے لگا جیسے "اصناف علم" دست بستہ سامنے ہیں اور حروف ہاتھ باندھے قطار اندر قطار کھڑے ہیں کہ انہیں شرف باریابی حاصل ہو۔ پیران عظام کے حلقہ میں گئے تو انہوں نے اپنا سمجھ لیا۔ درویش انہیں غواص معرفت سمجھنے لگے اور اگر کوئی طالب علم حاضر ہوا تو

اسے بھی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔ کیا کیا لکھوں کیونکہ (سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کیلئے!)

علامہ اقبال احمد فاروقی نے جب محسوس کیا کہ خیابان رضا کی بہار سے اک جہاں معطر ہے اور یہ مہک برصغیر کی حدوں کو پھلانگ کر یورپ و افریقہ میں پہنچ گئی ہے تو پھر ایک رابطہ کی ضرورت پیش آئی۔ ایک ایسا مرکز چاہیے تھا جہاں مشرق و مغرب کے عشاقان رضا ایک دوسرے سے مل پائیں۔ فاصلے کم ہو سکیں اور رابطے بڑھ سکیں۔ چنانچہ آپ نے انقلابی قدم اٹھایا اور 1992ء میں جہان رضا کی شکل میں ایک پل بنا دیا۔ جس سے گزر کر منزل تک پہنچا جا سکے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ماہنامہ "جہان رضا" کی تحریریں بچے بچے کی زبان پر آ گئیں۔

آج اگر دیکھیں تو "جہان رضا" فکر رضا پر ریسرچ کرنے والوں کیلئے "ماخذ" بن چکا ہے اور اب جہان رضا کی تحریروں کو بنیاد بنا کر امام احمد رضاؒ کے دیوانوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر تاریخ کو محفوظ کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ ماہنامہ "جہان رضا" کی تحریروں کو یکجا کیا جا رہا ہے۔ "گل ہائے رنگا رنگ" گلدستوں کی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ آنے والے مورخ کا کام آسان کیا جا رہا ہے۔ تاریخ کا ایک ایک حوالہ اکھٹا کیا جا رہا ہے۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کے نوک قلم سے نکلنے والے اداریے علماء کی محفلوں کے تذکرے، تاریخی گوشوں کی بے نقابی دیار حبیبؐ کی حاضری کے نورانی واقعات محبت بھرے نفاست نامے غرض یہ کہ ہر ہر رنگ اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ بہاریں جوبن پر ہیں عشاق کے مشام جان معطر ہو رہے ہیں کیونکہ نہ ہوں کہ

اشک سچے ہوں تو کبھی ضائع نہیں جاتے — میری پلکوں سے گرے ان کے قدموں تک پہنچے

برادرم صلاح الدین سعیدی نے "باتوں سے خوشبو آئے" مرتب کی تو بزرگوارم محمد عالم مختار حق "فکر فاروقی" عام کرنے لگے۔ راقم الحروف سردار محمد اکرم بٹر نے "مجالس علماء" کو ایک لڑی میں پرو دیا تو محترم اصغر علی نظامی مدنی "نسیم بطحا" سے روحوں کو تازہ کرنے لگے اور اب بھارت کے نامور دانشور مفکر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی "سفیر رضا" کی داستانیں سنا رہے ہیں جناب محمد عالم مختار حق صاحب "نگارشات فاروقی" لئے میدان میں آ گئے ہیں جبکہ محبت بھرے "نفاست ناموں" پر بھی کام شروع ہو چکا ہے۔ ں کس رنگ نرالا ہے۔ کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے

کوئی تصویر نہ ابھری تیری تصویر کے بعد — ذہن خالی ہی رہا کاسۂ سائل کی طرح

فکر فاروقی پر کام کرنے والوں میں جہاں بڑے بڑے شاہسواران علم وادب شامل ہیں وہاں ایک ایسے درویش صفت انسان کا نام بھی آتا ہے جو تاریخ کے ایک ایک حرف کو اکھٹا کرنے کا فن جانتا تھا۔ تحریری بددیانتی اور خیانت کو قریب تک نہ پھٹکنے دیتا۔ دبلا پتلا جسم" سادہ لباس" عجز وانکساری کا پیکر تاریخ کی گتھیاں سلجھانے پر آتا تو بڑے بڑے " تیس مار خان" انگشت بدنداں رہ جاتے۔ تحریر کا ایک ایک لفظ حوالہ کے ساتھ لکھتا۔ برصغیر کی تاریخ میں کی گئی بددیانتوں اور مورخ کی جانبداری پر اکثر افسردگی کا اظہار کرتا۔ یہ ہیں جناب جلال الدین ڈیروی مرحوم جو اکثر فرماتے تھے کہ کس قدر بدقسمتی ہے کہ برصغیر کی تحریک آزادی میں غیر ملکی اور اسلام دشمن قوتوں کے ایجنٹوں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اور سرفروشان اسلام کی جدوجہد آزادی پر نفرتوں اور "انگریز پرستی" کا غلاف چڑھا کر قوم کی نظروں سے اوجھل کرایا گیا ہے۔

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

جمعیت علماء ہند، مجلس احرار، خاکسار تحریک اور جماعت اسلامی جیسی آل انڈیا کانگریس کی حامی تنظیموں کی بداعمالیوں اور ہندو پرستی کو بے نقاب کرنا صوبیدار (ر) جلال الدین ڈیروی مرحوم کا من پسند موضوع تھا۔

نومبر 1994ء میں محترم نعیم طاہر رضوی نے ماہنامہ کنزالایمان کا " تحریک خلافت وترک موالات نمبر" شایع کیا تو صوبیدار جلال الدین ڈیروی سے میرا ابھی تعارف ہوا۔ بعدازاں کنزالایمان نے " تحریک پاکستان نمبر" شائع کیا تو جے یو پی اور جماعت اہلسنت کے حلقوں میں ڈیروی صاحب کا ذکر ہونے لگا۔ (صوبیدار جلال الدین ڈیروی ان دنوں لاہور کینٹ کے آرمی کوارٹرز میں رہتے تھے اس لئے سب تحریریں اپنے بیٹے زین الدین ڈیروی کے نام سے لکھتے تھے) ان دنوں ڈیروی صاحب نے قائد اہلسنت امام الشاہ احمد نورانی صدیقیؒ کی شخصیت پر کام شروع کردیا۔ یہ آپ کی جرات ہی تھی کہ حساس ادارے میں رہتے ہوئے ایک سیاسی شخصیت پر لکھنے کیلئے قلم اٹھایا حالانکہ ہم جیسے امام نورانی سے محبت کے دعویدار صرف " گفتار کے غازی' ہی رہے جبکہ جناب جلال الدین ڈیروی جیسے بے وسائل شخص نے یہ پیغام محبت عام کیا کہ

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں   تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

جناب صوبیدار جلال الدین ڈیروی مرحوم کے حکم پر میں ۔نے اپنی لائبریری سے ایسے تمام

رسائل وجرائد اور کتب واخبارات انہیں پہنچائے جن میں امام الشاہ احمد نورانی صدیقی کا تذکرہ تھا۔ انہوں نے اہلسنت کی بہت سی لائبریریوں کو کھنگال ڈالا۔ احباب اہلسنت سے تعاون حاصل کیا اور 600 سے زائد صفحات کی ضخامت کی کتاب کا مسودہ تیار کردیا۔

مسودہ دیکھا تو ہمارے محترم ساتھی قاری زوار بہادر صاحب نے اسے ماہنامہ " ندائے اہلسنت " لاہور کے نورانی نمبر کے نام سے شائع کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کیلئے تقریباً دو سال تک اشتہارات چھپتے رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے مریدین عقیدت مندوں اور جمعیت علمائے پاکستان کے کارکنان سے کثیر مقدار میں "فنڈز" بھی اکھٹے کئے گئے۔

مسودے کی کتابت ہوگئی اور پھر نہ جانے کیا افتاد آن پڑی کہ سب کچھ غائب ہوگیا اور ڈیروی مرحوم کی خون جگر سے لکھی ہوئی تحریر طاق نسیاں میں رکھ دی گئی۔ ڈیروی صاحب ریٹائرمنٹ کے بعد واپس اپنے گھر "رحمانی خیل" ڈیرہ اسماعیل خان چلے گئے اور وہاں بیٹھ کر قلم وقرطاس کی آبیاری کرتے رہے آپ کی تحریریں مختلف رسائل میں کبھی کبھار دیکھنے کو ملتی ہیں۔

دل کا ہر زخم تجھے دوست دکھاؤں کیسے   پردہ ہر راز سے محفل میں اٹھاؤں کیسے

جناب ڈیروی صاحب سے میری آخری ملاقات 18 اگست 1995 کو ہوئی جب میں اپنا" نورانی مواد" واپس لینے حضرت کے دولت کدہ پر گیا تھا۔ اب آپ اس جہان آب وگل کو چھوڑ کر حیات جاوداں کا جام پی چکے ہیں لیکن آپ کی جلائی ہوئی شمع ضلالت وگمراہی کی تاریک راہوں میں ہماری مددگار ہے۔ آپ ایک فولادی عزم رکھنے والے انسان تھے جنہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان کی سنگلاخ زمین میں فکر رضا کے پھول اگائے اور گلزار رضا کی بہاروں کو عام کیا۔ انتہائی نامساعد حالات میں بھی بدعقیدگی کے سیلاب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پرچم عشق مصطفیٰ ﷺ کو تھامے رکھا۔

بات فاروقی صاحب سے ہٹ کر کہاں تک پہنچی محترم جلال الدین ڈیروی مرحوم کی آخری تالیف " تحریک پاکستان میں علماء کرام کا کردار" تک جا پہنچی لیکن ماضی کی یادوں نے جکڑ لیا اور میں "جہان رضا" کے بکھرے ہوئے سیاسی پھول سمیٹنے لگا۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب چھین لے کوئی مجھ سے حافظہ میرا

جناب ڈیروی صاحب نے فاروقی صاحب کی سیاسی تحریروں کا انتخاب ایک گلدستہ کی شکل

میں جمع کر دیا کیونکہ اس کی بڑی ضرورت تھی ۔ دراصل فاروقی صاحب کی شخصیت کے کئی "پرت" ہیں ۔ آپ صوفی بھی مولانا بھی درویش بھی تھے کہ "رجال الغیب" سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی رہتا ۔ صاحب طرز ادیب بھی تھے اور تاریخ نویسی کا فن بھی جانتے تھے ۔ کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے غیب سے آواز آرہی ہے ۔ کہ

ایسے درویشوں کی اے اہل جہاں قدر کرو ایسے درویشوں کا تاریخ میں نام آتا ہے

فاروقی صاحب جب لکھنے پہ آتے تو صنف ادب پر دل کھول کر لکھتے ۔ آپ کی تحریریں ایسی جانگداز اور پرسوز ہوتی ہیں کہ ان کی تاثیر دلوں کی گہرائیوں میں محسوس ہوئی ہے ۔ کتاب "تحریک پاکستان میں علماء کا کردار" کے متعلق موکلف جلال الدین ڈیرویؒ کی یہ رائے ہی ایک بہترین تبصرہ ہے جس کے بعد کسی دوسری رائے کی ضرورت ہی نہیں رہی مرحوم فرماتے ہیں ۔

"زیر نظر مقالہ حضرت قبلہ فاروقی صاحب کی ہمہ گیر خدمات کی صرف ایک جھلک ہے ۔ انہیں خراج تحسین پیش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ مختلف موضوعات پر مشتمل ان کی دل آویز تحریروں کو جدید انداز میں مرتب کر کے چھاپنے کا بندوبست کیا جائے تا کہ ایک طرف اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے کہ اہلسنت میں سنجیدہ اور محتاط اہل قلم کا فقدان ہے تو دوسری طرف اہل پاکستان ان کی مثبت اور جوش وجذبہ پیدا کرنے والی تحریروں سے متاثر ہو کر دشمنان اسلام کو منہ توڑ جواب دینے کے قابل ہو جائیں ۔

اس کے علاوہ ان کی زندگی کے مختلف حصوں پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے جائیں تا کہ لوگوں کو پتہ چل سکے کہ اہلسنت صرف "مردہ پرست" ہی نہیں بلکہ اپنے زندہ ساتھیوں کو خراج عقیدت پیش کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور معلوم ہو سکے کہ

چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستاں میری

اب دیکھیں کہ جناب مئولف گرامی خود تو خلد نشین ہو گئے اور ہمیں تحقیق کے میدان میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دے گئے تو جناب سر تسلیم خم ہے اور ہمارا بھی یہ عزم ہے کہ

پھر جمع کر رہا ہوں جگر لخت لخت کو مدت ہوئی ہے دعوت مژگاں کئے ہوئے

فاروقی صاحب کی تحریریں مفت رنگ پھولوں کے گلدستے ہیں مگر صوبیدار (ر) جلال الدین ڈیروی صاحب نے فاروقی صاحب کی ان تحریروں کو جمع کیا ہے ۔ اگر تاریخ اہلسنت یا تاریخ برصغیر

گمشدہ کڑیاں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ۔

تحریک بالاکوٹ 1857ء کے جہاد آزادی میں اکابر اہلسنت کی خدمات اور انگریز کے ایجنٹوں کا تذکرہ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی کی نڈر اور ولولہ انگیز قیادت دارالعلوم دیوبند ندوہ اور دوسرے قوم پرستوں کے چہروں سے تقدس کا نقاب اتارنا "تحاریک شدھی سنگھٹن" مسجد شہید گنج مسلم لیگ کانگریس آل انڈیا سنی کانفرنس تحریک آزادی اور قیام پاکستان کے سنہری باب سے اغیار کی اڑائی ہوئی خاک کو صاف کرنا عرض کہ تاریخ کی اک اک کڑی ، اک اک حوالہ ، اک اک دستان کا تذکرہ اس کتاب میں ملے گا ۔

جانبدار اور اسلام دشمن قوتوں کے پالتو مورخوں نے جس طرح قلم کی حرمت کو پائمال کیا فاروقی صاحب ان کے تعاقب میں نکلے ۔ حقائق کی چھلنی میں چھان کر برصغیر کی تاریخ کا روشن چہرہ نمایاں کیا ۔ کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا کہ جیسے فاروقی صاحب فرما رہے ہوں کہ

ہم ہیں کب سے در امید کے دریوزہ گر یہ گھڑی گزری تو پھر دست طلب پھیلائیں گے

کوچہ و بازار سے چن چن کے ریزہ ریزہ خواب پھر یونہی پہلے کی صورت جوڑے جائیں گے

ہم نے خیابان رضا کے گلبہار شجر علامہ اقبال احمد فاروقی کی خوشبوئے قلم پر بات کی اور ساتھ ہی ان کے احباب کا تذکرہ چھیڑ کر قارئین کو بتانا مقصود تھا ۔ کہ تناور درخت کے پھولوں کی خوشبو نے کس کس دماغ کو معطر کیا اور کن کن اہل قلم کو گلشن رضا کا گل چین بنا دیا ۔ حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی عمر بھر حکم اذان کی تعمیل میں درہ فاروقی لے کر میدان عمل میں ڈٹے رہے اور خواب گراں میں کھوئے ہوئے علماء و مشائخ کو بیدار کرنے کیلئے "جرس کارواں" کا کردار ادا کرتے رہے ۔

حتیٰ کہ جب بڑھاپا اپنا رنگ دکھلانے لگا اور عارضہ قلب جیسے موزی مرض نے گھر لیا تو بھی علامہ فاروقی اپنے مشن کو نہیں بھولے ۔ بستر علالت پر پڑے پڑے بھی متلاشیان علم وادب کی رہنمائی فرماتے رہے ۔ اگر چہ مکتبہ نبویہ سے گھر تک ہی محدود ہو گئے تھے مگر ہمت نہیں ہاری ۔ متعدد بار میں تیمارداری کیلئے گیا اور ہم اگر چہ ان کی ظاہری حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتے مگر انہوں نے ہمیشہ آنے والوں کا حوصلہ ہی بندھایا ۔ میرے ساتھ تو محبت کا یہ عالم تھا ۔ کہ جب کبھی میرا مضمون کسی رسالہ میں شائع ہوتا یا پھر کسی کتاب میں دیکھتے اسی وقت فون کر کے مبارکباد دیتے اور پسندیدگی کا اظہار کرتے ۔ خورد نوازی

کا یہ انداز اب تقریباً ختم ہوگیا ہے۔

26 نومبر 2013ء کو صبح ہی صبح میں تیمارداری کیلئے آپ کی رہائش گاہ ریواز گارڈن پہنچا تو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے فرمانے لگے یار بستر میں تیری تحریریں تو لیٹے لیٹے پڑھ لیتا ہوں مگر کمزوری کے باعث فون اب نہیں کرسکتا۔ میں نے عرض کیا کہ فاروقی صاحب میں ایسے مورخین و محققین کا تذکرہ مرتب کرنا چاہتا ہوں۔ جنہوں نے گوشہء گمنامی میں بیٹھ کر تاریخ اہلسنت بالخصوص تحریک آزادی میں اکابر اہلسنت کی خدمات کا تذکرہ آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ کردیا ہے۔ تو بہت ہی خوش ہوئے اور فرمانے لگے بکھرے موتی بہترین نام ہے۔ میں انشاء اللہ تندرست ہوکر تمہاری مدد کروں گا۔

افسوس کہ یہ ملاقات آخری ثابت ہوئی اور 4 جنوری 1928ء کو انور پیر فاروقی کے گھر طلوع ہونے والا آفتاب علم وحکمت 85 بہاریں دیکھنے کے بعد 19 دسمبر 2013ء کو دورافق پر غروب ہوگیا۔

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

جامعہ فاروقیہ رضویہ (اُتلہ)

قاری نورزمان صاحب

(سحر)

سحر بہت سی چیزوں پر کیا جاتا ہے۔ جس میں موئے یعنی بال بھی شامل ہے۔ جس میں بال کا تعلق جسم سے ہونا شرط ہے۔ اور حصوصی سر کا بال اس پر جو عمل کیا جائے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سر پر ہمیشہ بوجھ سا رہتا ہے۔ اور سر درد بھی زیادہ ہوتا ہے۔ حاص کر سورج غروب اور طلوع کے وقت اور سورج طلوع کے وقت 5 سے لیکر 10 منٹ جبکہ غروب کے وقت ٹائم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور آدھے گھنٹے سے لیکر ایک گھنٹہ تک اُن کا اثر رہتا ہے۔ اور اس قسم کا اثر ناخن پر بھی ہوتا ہے۔ صرف فرق اتنا ہوتا ہے کہ ناخن کے استعمال سے پاؤں میں جلن بھی محسوس ہوتا ہے۔ اور جب ان کے ساتھ کنگھی کے دانے شامل ہوجائے تو اس میں دماغ کی کمزوری محسوس کیجاتی ہے۔ اور یادداشت کمزور ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ کمزوری عارضی ہوتی ہیں۔ یعنی کبھی کبھی تکلیف ہوگی اور کبھی نہیں مثال کے طور پر آج تکلیف ہے تو پھر ایک ہفتے تک ٹھیک رہے گا اور پھر اچانک تکلیف شروع ہوگی اور ایک دن تکلیف رہنے کے بعد پھر غائب ہوجائیگی۔ اس طریقے سے یہ عمل جاری رہتا ہے ایک بات ہمیشہ ذہن میں یادرہنا چاہیئے اور وہ یہ کہ جب میڈیکل میں کوئی بیماری نہ ہو تو ٹسٹ الٹراساؤنڈ وغیرہ صاف ہو اور پھر بھی تکلیف ہمیشہ ہو اور یا میڈیسن استعمال کرنے سے کوئی فرق محسوس نہ ہو سمجھ لینا چاہیئے کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ پھر روحانیت کی سائیڈ پر آنا چاہیئے اور جب ایک مریض آجائے تو اس میں دیکھنا یہ چاہیئے کہ یہ کس قسم کی مریض ہے روحانیت میں زیادہ اثر نظر بد، تعویز، جادو یا کالا جادو کا ہوتا ہے۔ اگر نظر بد ہو تو اس کا حل جلد ہوتا ہے۔ اگر چہ نظر بد انسان کو قبر اور جانور کو ہانڈی تک لے جاسکتا ہے۔ زیادہ عاملین حضرات نظر بد کا توڑ اس آیات کریمہ سے کرتے ہے۔

(سورۃ البقرۃ، ۲۷، رکوع ۵ پارہ ۳) اگر چہ زیادہ مریض ٹھیک بھی ہوتے ہیں۔ اس آیات کریمہ کے صدقے اگر پھر بھی تکلیف زیادہ ہو تو اس آیات شفا یعنی **(ومنزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ اللمومنین)**

اس کو اگر لکھ کر آب زم زم میں استعمال کیا جائے تو یہ بہت موذوں رہتا ہے۔ اور اس کا آسان علاج بھی ہے اس رسالے میں ہم نے جن چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کا تھوڑا سا نبھی ہے۔ اور مریض جلد

صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اور موئے ناخن اور نظر بد کا علاج اور کر کیا گیا آیات کو لکھ کر آب زم زم میں استعمال کرنے سے سات دن مسلسل استعمال کیا جائے تو انشاء اللہ عز وجل مریض جلد صحت یاب ہو جائیگا۔ اور اس کا نقش اور پینے کیلئے تعویز ارسال کی جاتا ہے۔

براہ کرم ہم صرف جائز کا کیلئے نقش اور دعا کرتے ہیں اسلیئے ان حضرات کو اطلاع دیا جاتا ہے۔ کہ ناجائز کام کیلئے ہرگز رحمت نہ کریں اور باقی رہی ہدیہ کی بات تو یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے خاطر کرتے ہیں۔

(اہلسنت وجماعت کے دینی مدارس کا تعارف)

اپنے بچوں اور بچیوں کو اہلسنت وجماعت کے مدارس میں داخل کروائیں۔ اور ان مدارس کو اپنے دست وبازو سے قوت دیں۔ یہ آپ کے خیرات، صدقات، ذکواۃ کے صحیح مستحق ہیں۔

مدرسہ کنز الایمان/شہباز گڑھی

مہتمم: علامہ فقیر روح الامین صاحب حق صاحب 0323-9515691

جامعہ احیاء العلوم/بھائی خان

مہتمم: اویس قادری 0306-8198900

ابوالھمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی

امام مجدد اعلیٰ حضرت پر اعتراضات اور اکابرِ دیوبند کے جوابات (قسط۔۳)

(عبارت حفظ الایمان اور اکابرِ دیوبند۔ حصہ: دوم)

(گزشتہ سے پیوستہ) تاویل۔ کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''تاویل کا بھی ایسا مرض عام ہو گیا ہے کہ اچھے خاصے لکھے پڑھے اس بلا میں مبتلا ہیں اور جو غلطی کے اقرار نہ کرنے کا اصلی سبب ہے اس کو نہ بتلائیں گے'' (ملفوظاتِ حکیم الامت جلد ۸، ص ۱۴۷) تاویل کے اس مرض میں دیوبند کے بڑے بڑے اکابر پیش پیش رہے جیسا کہ المھند میں بھی اسی تاویل کا سہارا لیا گیا اور اپنے ضد اور انا پر اڑے رہے جیسا کہ میاں الیاس دیوبندی سوانح نگار لکھتے ہیں ''ضد اور انا کے اس ماحول میں بعض مہربانوں نے آیاتِ قرآن وحدیث میں معنوی تحریف کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ اور اپنی تحقیقات و تفردات کے مطابق قرآن وحدیث کی تاویل کی۔ یوں ''مفندات'' کے جواب میں لکھی گئی ''المھند'' عقائد کی دستاویز بنالی گئی'' (حیاتِ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، ص ۲۱) اسی تاویل کو لے کر تھانوی صاحب کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے صاحبِ ''المھند'' نے لکھا ہے۔ ''پھر یہ کہ حضرت کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق اگر بقول سائل صحیح ہو تو ہم اسی سے دریافت کرتے ہیں کہ اس غیب سے مراد کیا ہے یعنی غیب کا ہر فرد یا بعض غیب کوئی کیوں نہ ہو پس اگر بعض غیب مراد ہے تو رسالت مآب ﷺ کی تخصیص نہ رہی کیوں کہ بعض غیب کا علم اگرچہ تھوڑا سا ہو، زید وعمر بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے کہ دوسرے کو نہیں ہے اگر سائل کسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق بعض غیب کے جاننے کی وجہ سے جائز رکھتا ہے تو لازم آتا ہے کہ اس اطلاق کو مذکورہ بالا تمام حیوانات پر جائز سمجھے اور اگر سائل نے اس کو مان لیا تو یہ اطلاق کمالاتِ نبوت میں سے نہ رہا کیونکہ سب شریک ہو گئے اور وہ ہرگز بیان نہ ہو سکے گی۔ مولانا تھانوی کا کلام ختم ہوا، خدا تم پر رحم فرمائے ذرا مولانا کا کلام ملاحظہ ہو فرماؤ بدعتیوں کے جھوٹ کا کہیں پتہ بھی نہ پاؤ گے۔'' (المھند علی المفند، ص ۶۲، ۶۳) اس عبارت پر غور کیجئے اور پھر حفظ الایمان کی عبارت بھی پڑھیے۔ جھوٹا کون ہے صاحبِ المھند یا امام

اعلیٰ حضرت مجدد؟ المہند میں نہ تو عبارتِ حفظ الایمان کو پیش کیا گیا نہ عبارت حسام الحرمین کو پیش کیا گیا بلکہ ایک نیا عبارت پیش کیا گیا اور اس سے اپنی صفائی پیش کرنے لگے۔ حفظ الایمان کا عبارت ایک بار پھر ملاحظہ کیجئے اور صاحبِ المہند کے جھوٹ کو داد دیجئے۔ ''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے، جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبویہ سے کب ہوسکتا ہے''۔ (حفظ الایمان مع بسط البنان و تغییر العنوان، ص ۱۲۔ قدیمی کتب خانہ) کیا ہم دیوبندی حضرات سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ''المہند'' میں پیش کی گئی یہ عبارت حفظ الایمان کے کس صفحے پر لکھی گئی ہے؟ یقیناً کوئی بھی اس عبارتِ المہند کو ان ہی الفاظ میں حفظ الایمان سے پیش نہیں کرسکتا۔ تو جواب میں ہم المہند کے ہی الفاظ میں یہی کہیں گے کہ ''جھوٹوں پر خدا کی پھٹکار'' (المہند علی المفند، ص ۶۴) اگر حفظ الایمان کی عبارت کفریہ نہ تھی تو المہند میں کیوں اسی عبارت کو پیش نہیں کیا گیا؟ اور عبارت بدل کر کیوں پیش کی گئی؟ اب حسام الحرمین میں عبارتِ حفظ الایمان ملاحظہ ہو'' اس کی ملعون عبارت یہ ہے آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔'' (حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین اردو ترجمہ مبین احکام وتصدیقات اعلام، ص ۸۷) امام اعلیٰ حضرت مجدد قدس سرہ نے جو عبارت پیش کی ہے وہی عبارت بالکل اسی طرح حفظ الایمان میں موجود ہے اپنی طرف سے کوئی بھی لفظ شامل نہیں کیا گیا بخلاف المہند کے۔ المہند میں جو عبارت پیش کی گئی ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ المہند کی اس تحریف اور دھوکے سے حسام الحرمین کی حقانیت اور بھی واضح ہوگئی۔ گویا کہ المہند نے خود عبارت حفظ الایمان کے کفریہ ہونے کی تصدیق کر کے حسام الحرمین کی تائید کی ہے۔ اور علمائے حرمین کے نزدیک بھی حفظ الایمان کی یہ عبارت

کفریہ ہے جیسا کہ دیوبندی حضرات نے شیخ سید احمد آفندی برزنجی کی تالیف ''غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول'' کو بڑے زور وشور سے شائع کیا۔ اور ایک علمی مسئلہ پر امام مجدد اعلیٰ حضرت سے اختلاف کو غلط رنگ دینا چاہا تاکہ کسی صورت امام مجدد اعلیٰ حضرت کا رد کیا جائے مگر ان حضرات نے یہ نہ سوچا کہ جو کتاب وہ شائع کر رہے ہیں اس میں عبارتِ حفظ الایمان پر کفر کا فتویٰ موجود ہے۔ جیسا کہ اسی غایۃ المامول جو کتاب الشہاب ثاقب کے چھپا ہوا ہے میں عبارتِ حفظ الایمان موجود ہے اور شیخ برزنجی صاحب نے اس عبارت کو کفریہ کہا ہے۔ آئیے شیخ برزنجی صاحب کی عبارت پڑھتے ہیں۔ ''انہیں میں سے ایک اشرف علی تھانوی صاحب ہے، جو کہتا ہے کہ اگر نبی ﷺ کی ذات پر علم مغیبات کا حکم لگانا اگر بقول زید صحیح ہو تو سوال یہ ہے کہ اسکی مراد بعض مغیبات ہیں یا سب؟ اگر بعض مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید۔ عمرو۔ بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے حاصل ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل کرنے کیلئے ایک رسالہ موسومہ ''المعتمد المستند'' لکھا ہے پھر اس نے مجھے اس رسالہ کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا۔ اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا۔ اور اس رسالہ (حسام الحرمین) پر تصدیق وتقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ وتصدیق لکھ دی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں اجماعِ امت کے خلاف ہیں۔'' (الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب معہ غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول، ص ۲۹۸، ۲۹۹)

حفظ الایمان میں بھی تو یہی عبارت موجود ہے، جس کو برزنجی صاحب کفریہ کہہ رہے ہیں۔ اب برزنجی صاحب کے اس عبارت کو المہند کے عبارت سے ملائیے اور پھر حفظ الایمان کے عبارت سے ملائیے تو المہند کی تحریف واضح نظر آئے گی۔ گوکہ امام مجدد اعلیٰ حضرت اور علامہ برزنجی کا مسئلہ علم غیب پر اختلاف موجود ہے جو ایک علمی مسئلہ ہے مگر عبارت حفظ الایمان کے کفریہ ہونے پر اختلاف نہیں۔ ان بعض دیوبندی حضرات نے غایۃ المامول شائع کر کے خود عبارتِ حفظ الایمان کو کفریہ ثابت کیا ہے۔ اور پھر المہند کو کسی طرح بھی حسام الحرمین کا جواب قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ حسام الحرمین کے سامنے المہند یعنی ہندی تلوار کی کیا حیثیت۔ کیونکہ المہند میں دیوبندی علماء نے تقیہ سے کام لیتے ہوئے اپنے اکابر کے

عبارات سے برات کا اظہار کیا ہے۔اور اپنے عقائد کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور خود کذب وجھوٹ کا سہارا لیا ہے۔حسام الحرمین کے بارے میں اکثر دیوبندی حضرات یہی کہتے ہیں کہ علماء حجاز اردو سے ناواقف تھے اسی لئے حسام الحرمین میں منقول عبارات اردو کے کتب سے اخذ کئے گئے تھے۔تو علمائے عرب نے ناواقفی کی بنیاد پر سام الحرمین پر تصدیقات لکھی ہیں۔تو پھر ان کے نزدیک تو المہند کسی طرح بھی حسام الحرمین کا جواب نہیں کیونکہ المہند پر بھی یہی اشکال وارد ہوسکتا ہے۔المھند میں علماءِ مکہ کے تقاریظ اور تصدیقات کے ساتھ کہیں بھی کوئی مہر نہیں ہے ان کی تعداد چھ ہے جن میں تین عجمی ہیں۔سوائے مدینہ منورہ کے دوعلماء کے مگر وہ بھی المھند کو فائدہ نہیں دے سکتے کیونکہ ان میں جابجا عقائد علماء دیوبند سے اختلاف کیا گیا ہے۔جیسا کہ سید احمد برزنجی شافعی کے رسالہ سے کچھ عبارتیں نقل کر کے انہیں المہند کی تقریظ بنائی گئی اور جومہریں علامہ برزنجی صاحب کے رسالہ پر ثبت تھی ان کو بھی المھند پر اتار کر اپنے تائید میں پیش کیا گیا۔علماء مدینہ منوہ کے تصدیقات میں اسے المھند میں پہلے نمبر پر نقل کیا گیا ہے۔یہ تقریظ ایک رسالہ سے ماخوذ ہے جس کے آخر میں یہ لکھا ہے۔"ختم ہوئی اس رسالہ کی ترتیب وکتابت دوسری ماہ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ کو" (المھند ،ص ۱۲۳)۔لیکن غایۃ المامول میں علامہ برزنجی صاحب نے مذکورہ عقائد کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اگر یہ مقالات شنیعہ ثابت ہوں تو یہ عقائد کفریہ ہیں،تو علامہ برزنجی کے رسالہ پر لگے مہریں اکابرِ دیوبند کو فائدہ نہیں دے سکتے۔کیونکہ برزنجی نے جو عبارت حفظ الایمان پیش کی ہے وہ حفظ الایمان میں موجود ہے۔المھند میں علماء مدینہ کی تقاریظ میں دوسری نمبر پر شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی مالکی کی تقریظ موجود ہے۔شیخ احمد بن محمد خیر نے تقریظ لکھ کر المھند پر رد بھی کیا ہے جیسا المھند میں بائیسواں سوال موجود ہے اور اس کے جواب میں صاحبِ المھند نے جو لکھا ہے اس سے شیخ احمد بن محمد خیر نے خوب اختلاف کیا ہے۔جیسا کہ لکھتے ہیں "اور بائیسویں سوال کا یہ مسئلہ کہ جو شخص معتقد ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کے عالم ارواح سے دنیا میں تشریف لانے کا الخ پس خواص میں سے کسی بزرگ کیلئے کسی خاص وقت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی روح پرفتوح کے تشریف لانے میں تو کچھ استعباد نہیں کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے اور اتنی بات کا عقیدہ رکھنے والا برسرِ غلطی بھی نہ سمجھا جائیگا کیونکہ حضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔" (المھند ،ص ۱۲۶،۱۲۷) کیا اس عقیدے سے موجودہ علماء دیوبند اتفاق کرسکیں گے؟ یہ عقیدہ تو ان کے نزدیک شرکیہ ہے۔جیسا کہ اسی

المھند کے ص ۶۸ پر ایسے شخص کو غلط اور مجوس کے مشابہہ لکھا ہے۔اسی لئے شیخ احمد بن محمد خیر کو لکھنا پڑا کہ" ہاں استاد کا یہ فرمانا کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا خطاوار اور مجوس کے فعل سے مشابہت کرنے والا ہے۔سو استاد کوزیبا تھا کہ کوئی اور عبارت اس سے بہتر ہوتی جوان پر اسلام کا حکم قائم رکھتی۔مثلاً یوں فرماتے کہ اس میں کچھ مشابہت ہے واللہ اعلم۔" (المھند ،ص ۱۲۷) مدینہ منورہ کے ان دوعلماء کے تصدیقات سے المھند کی حقیقت واضح ہوگئی۔مکہ مکرمہ کے چھ علماء میں تین عجمی ہوئے اور باقی تین پر بھی کہیں کوئی تصدیقی مہر موجود نہیں ہے اسی طرح مدینہ منورہ دوعلماء کی تقاریظ موجود ہیں جن میں ایک برزنجی صاحب ہیں جس نے غایۃ المامول میں کفر کی تصدیق کی ہے اور اسی برزنجی صاحب کے رسالے پر جن علماء کے تصدیقات ہیں وہ بھی برزنجی صاحب کی وجہ غایۃ المامول میں قید ہوگئے۔رہے دوسرے عالم شیخ احمد بن محمد خیر تو اس نے بھی قیام کے مسئلے پر ان سے اختلاف کیا ہے۔اگر کوئی کہے یہ تو علمی اختلاف ہے تو ان کے جواب میں ہم بھی یہی کہیں گے کہ برزنجی صاحب کے غایۃ المامول بھی علمی اختلاف پر مبنی ہے پھر وہاں شور کیوں؟ اس کے بعد مصر کے جامع الازہر کے شیخ سلیم البشری کی تقریظ شامل کی ہے جو علماء دیوبند کے عقیدے کا واضح رد ہے۔اس تقریظ میں بھی بائیسویں سوال کے جواب پر البشری صاحب نے صاحبِ المھند کا خوب رد کیا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں۔"جناب رسول اللہ ﷺ کے ذکرِ ولادت کے وقت قیام کا انکار اور اس کے کرنے والے پر مجوس یا روافض سے مشابہت دے کر تشنیع مناسب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ بہت سے ائمہ نے قیام مذکور کو جناب رسول اللہ ﷺ کی جلالت وعظمت کی شان کے ارادہ سے مستحسن سمجھا ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس کی ذات میں کوئی خرابی نہیں۔" (المھند ،ص ۱۲۹،۱۳۰)۔اس تقریظ پر سلیم البشری شیخ جامع ازہر کی تصدیق موجود جسے محمد ابراہیم قایانی ازہری اور سلیمان عبد ازہری نے لکھا ہے۔کیا علماء دیوبند اس عقیدے پر اتفاق کریں گے؟ علماء دمشق کے تقاریظ میں شیخ مصطفیٰ بن احمد شطی حنبلی کی تقریظ دوسرے نمبر پر لکھی ہے صاحبِ تقریظ نے المھند کو وہابیوں کی تردید کی وجہ پسند کیا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں۔"وہابی فرقہ کی تردید کیلئے علماء حنبلی کے مذہب کے موافق بعض مسائل میں اور یہ رد انشاء اللہ اپنے موقع پر ہے" (المھند ، ص ۱۳۳)۔اسی طرح تیسرے نمبر پر شیخ محمود رشید العطار کی تصدیق موجود ہے جنہوں نے بھی وہابیہ کے رد کی وجہ سے المھند کی تعریف کی ہے جیسا کہ لکھتے ہیں۔"جنہوں نے دین محمدی سے ہر جاہل وہابی معتدی کو دفع کیا۔امابعد پس مطلع ہوا اس تالیف جلیل پر پس پایا اس کو جامع ہر باریک وباعظمت مضمون کا جس میں

رد ہے بدعتی وہابیوں کے گروہ پر۔" (المھند، ص ۱۳۵) حالانکہ وہابیوں کے بارے میں اکابرِ دیوبند کی رائے سب جانتے ہیں۔ وہابیوں کے بارے میں رشید احمد گنگوہی صاحب کی رائے۔ "اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں۔" (تالیفاتِ رشیدیہ، ص ۱۰۹)۔ "محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔" (تالیفاتِ رشیدیہ ۲۴۱، ۲۴۲)۔ "محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے۔" (تالیفاتِ رشیدیہ ۲۴۲) تھانوی صاحب نے نیاز کو منع کرتے ہوئے اپنے آپ کو وہابی کہا۔ "کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کیلئے کچھ مت لایا کرو۔" (اشرف السوانح جلد ۱، ۴۸۔ ملفوظاتِ حکیم الامت جلد، ۷، ص ۲۵۵)) وہابیت کا بھرم رکھتے ہوئے تھانوی صاحب نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے فضائل بیان نہیں کئے جیسا کہ اشرف السوانح میں ہے۔ "دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کیلئے حضور ﷺ کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو یہ موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔ حضرت والا نے بہ ادب عرض کیا کہ اس کیلئے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھکو متحضر نہیں۔" (اشرف السوانح جلد ۱، ۷۹) نجدیوں کی تعریف کرتے ہوئے تھانوی صاحب نے کہا۔ "ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نجدی عقائد کے معاملہ میں اچھے ہیں۔" (ملفوظات حکیم الامت جلد ۴، ص ۳۱) وہابیت کی پرچار کیلئے اپنی خواہش کا اظہار یوں کرتے ہیں "اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کردوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جاویں۔" (ملفوظاتِ حکیم الامت جلد ۲، ص ۲۵۰) یہ تو تھی رشید احمد گنگوہی صاحب اور تھانوی صاحب کی وہابیت دیوبندی مناظر منظور نعمانی صاحب اپنی وہابیت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں۔ "اور ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔" (سوانح یوسف ص ۲۰۲) منظور نعمانی کے جواب میں دیوبندی شیخ مولوی زکریا صاحبِ فضائلِ اعمال لکھتے ہیں "مولوی صاحب! میں خود تم سے بڑا "وہابی" ہوں۔ (سوانح یوسف ص ۲۰۴) تبلیغی جماعت کے بارے میں نفیس شاہ صاحب لکھتے ہیں "تبلیغی جماعت علماء اہل سنت و جماعت دیوبند مسلک حقہ سے وابستہ ہے۔" (تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب ص ۷) اسی کتاب میں لکھا ہے کہ وہابیوں کے ہاں اپنی صفائی پیش کرتے

ہوئے اسی رائے ونڈی جماعت والوں نے کہا "پوری جماعت پر یہ الزام لگانا کہ یہ لوگ عقیدہ سلفیہ والوں اور ان کے ائمہ کے دشمن ہیں تو یہ بہتان عظیم ہے اور ظلم اور باطل بات ہے۔" (تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب ص ۴۳) تو کیا ہم ان دیوبندی حضرات سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں جو المھند پر ایمان لائے ہوئے ہیں کیا یہ صاحبِ المھند اور صاحبِ الشہابِ ثاقب ظالم ہیں اور بہتان عظیم لگانے والے ہیں؟ پھر اسی جماعت کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "جو مقصد سعودی حکومت کا ہے وہی مقصد تبلیغی جماعت کا ہے۔" (تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب ص ۱۱۲)۔ وہابیوں کے اسرار پر رائے ونڈی جماعت نے تبلیغی نصاب سے فضائلِ درود و سلام کا باب نکالا جیسا کہ اس کا اقرار کرتے ہوئے وہابی امام ابن باز لکھتے ہیں۔ "تبلیغی نصاب کے متعلق آپ نے ان کو بتایا کہ آپ خود بعض سلفی بھائیوں کے ہمراہ تبلیغی جماعت والوں کے پاس گئے اور اس کتاب کے بارے میں گفتگو ہوئی اور اس کے عیوب ان کو بتائے تو انہوں نے اس کو چھوڑ کر اس کی بجائے فضائلِ اعمال تجویز کی اور ان کی گفتگو آپ لوگوں کے ساتھ بہت اچھی رہی۔ الحمدللہ۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم تبلیغی نصاب سے فقط فضائل اعمال لیتے ہیں۔" (تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب ص ۹۸) ایسے کافی حوالے ہیں اور دلائل موجود ہیں جن کو بیان کرنے کیلئے الگ تصنیف کی ضرورت ہے جس میں دیوبندی وہابی ہم عقیدگی بیان کی جائے یہاں مضمون طویل ہوجانے کے خدشے سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ صاحبِ المھند کا تقیہ اور جھوٹ واضح ہوجائے جو انہوں نے المھند کے بارھویں سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ وہابی "خوارج کی ایک جماعت ہے" اور لکھا ہے کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی مشائخ میں نہیں۔ چوتھے نمبر پر شیخ محمد البوشی الحموی کی تقریظ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس پر شیخ کا کوئی مہر موجود نہیں ہے۔ باقی جن دس کے تقاریظ موجود ہیں وہ بھی حرمین شریفین کے نہیں ہیں۔ تو المھند کو حسام الحرمین کا رد کہنا کہیں سے بھی مناسب نہیں ہے۔ البتہ اس پر ۲۴ علمائے ہند کے تقاریظ اور تصدیقات موجود ہیں مگر وہ سب کے سب دیوبندی ہیں۔ اور تو اور ان ۲۴ علماء دیوبند کے علاوہ باقی دیوبندی علماء بھی المھند سے متفق نہیں ہیں۔ اگرچہ بعد میں عبدالشکور ترمذی صاحب نے مذید ۴۰ کا اضافہ کیا ہے مگر وہ بھی سب کے سب دیوبندی ہیں جو اپنے ذات کے اسیر تھے جیسا کہ میاں الیاس دیوبندی لکھتے ہیں "دیوبند والے اپنے ذات کے اسیر ہیں اور ان کے ہاں بھی اقوالِ رجال کو قرآن و سنت پر فوقیت حاصل ہے"۔ (مولانا محمد طاہر اور ان کی قرآنی تحریک، ص ۷۰)۔ گویا

کہ المهند کو ۲۴ علماءِ دیوبند کی تائید حاصل ہے ان چند علماء کے علاوہ باقی دیوبندی علماء بھی اس المہند کو حصار سمجھنے لگے جیسا کہ دیوبندی سوانح نگار لکھتے ہیں۔ ''علماء نے نہایت ہوشیاری سے بعض علماء (جو واقع میں عالم تھے) کو ''المہند'' اور ''آب حیات'' کے حصار میں قید کر دیا'' (حسین علی واں بچھراں ص ۲۶۸)۔ اور تو اور ان ۲۴ علماءِ دیوبند میں انور شاہ صاحب کشمیری جنہیں دیوبندی امام العصر مانتے ہیں اور شبیر احمد عثانی صاحب جنہیں دیوبندی شیخ الاسلام مانتے ہیں کے بھی ان پر تصدیقات نہیں ہیں۔ جن کے بارے میں یہ لوگ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان کو اختلافات کا علم نہ تھا۔ گھمن صاحب نے المھند کے رد میں جن کتب کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں (۱) المھند علی المفند (۲) الشہاب الثاقب (۳) حسام الحرمین اور عقائد علماء دیوبند (۴) فیصلہ کن مناظرہ (۵) انکشاف حق (۶) عبارت اکابر۔ (حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ، ص ۴۲) یہ سب دیوبندیوں کے کتب ہیں البتہ ان میں ''انکشاف حق'' کے بارے میں گھمن صاحب لکھتے ہیں کہ ''یہ ایک بریلوی عالم نے لکھی ہے''۔ (حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ، ص ۴۲) گھمن صاحب کسی دیوبندی کو بریلوی کہہ دیں تو گھمن صاحب کے دماغ گھومنے کا اثر ہے۔ حالانکہ ''انکشاف حق'' کے مصنف نہ تو امام مجدد اعلیٰ حضرت کے تلامذہ سے ہیں اور نہ مریدوں سے ہیں، اور نہ علماء اہلسنت کے ذمہ دار شخصیات میں سے ہیں جن کی وجہ سے کوئی انہیں بریلوی کہہ دیں۔ انکشاف حق کے مصنف مولوی خلیل صاحب ضلع بجنور کے ایک گاؤں منداور کے ایک غیر معروف مولوی تھے جنہیں دیوبندیوں نے بریلوی مکتب فکر کا مفتی اعظم پیش کیا افسوس صد افسوس۔ جب انکشاف حق شائع کی گئی تو اس پر ان کا نام بڑے القابات کے ساتھ مولانا خلیل احمد خان قادری برکاتی بدایونی لکھا گیا تھا تا کہ لوگ اس نام سے دھوکہ میں آ جائیں کیونکہ اس نام سے خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ اہلسنت و جماعت کے ایک عالم موجود تھے جن کے کتب ''ہمارا اسلام، سنی بہشتی زیور، فیصلہ ھفت مسئلہ توضیحات وتشریحات، ہماری نماز، بہارِ نسواں، وغیرہ شایع ہو چکے ہیں۔ اسی نام کو استعمال کر کے دیوبندیوں نے سنی عوام کو دھوکہ دینا چاہا۔ جیسا خلیل العلماء خلیل احمد قادری برکاتی صاحب کی تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے گھمن صاحب نے لکھا ''ایک صاحب جو بریلویت کے بہت بڑے علامہ ہیں حیدر آباد دکن سے اس فیصلہ ہفت کی شرح کرنے اٹھے'' (حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ص ۱۰) یہاں گھمن صاحب نے ''فیصلہ ھفت مسئلہ توضیحات وتشریحات'' کا حوالہ دے کر مصنف کا نام نہیں

لکھا اگر نام لکھ دیتے تو گھمن صاحب کا پول کھل جاتا کیونکہ اسی نام سے عوام کو دھوکہ دینا مقصود تھا گھمن صاحب کی تحقیق دیکھئے کہ حیدر آباد سندھ کے عالم کو حیدر آباد دکن پیش کیا گھمن صاحب کا دماغ گھوما تو سندھ کی جگہ دکن پہنچے۔ خلیل العلماء خلیل احمد قادری برکاتی صاحب بن عبد الجلیل خان لودھی ضلع علیگڑھ میں پیدا ہوئے ماہرہ شریف اور علی گڑھ میں علم حاصل کیا مفتی اعظم ہند کے خلیفہ تھے۔ آپ کا فتاویٰ خلیلیہ شائع ہو چکا ہے۔ دیوبندی اکابر کے گستاخانہ عبارت کے متعلق وہی نظریہ رکھتے تھے جو امام مجدد اعلیٰ حضرت کا تھا۔ دوسری طرف ''انکشافِ حق'' کے مصنف مولوی خلیل بجنوری غیر معروف تھے۔ خلیل العلماء خلیل احمد قادری برکاتی صاحب حیدر آباد اور مولوی خلیل بجنوری صاحب دونوں الگ الگ شخصیات ہیں ایک صحیح العقیدہ سنی حنفی اور دوسرا دیوبندی وہابی۔ جب کتاب ''انکشافِ حق'' شائع ہوئی تو بزم قاسمی برکاتی کے اراکین کی طرف سے مولوی خلیل بجنوری سے متعلق ایک اہم استفتاء اکابر علماء اہلسنت مفتیان شریعت کی خدمت میں پیش کیا گیا اس کے جواب میں علماء اہلسنت نے ایک مدلل و محقق طویل ۵۶ صفحات پر مشتمل فتویٰ مبارکہ صادر فرمایا جس پر ایک سو اسی (۱۸۰) مشہور و ممتاز علماء کی تائید و تصدیقات ثبت ہیں۔ بجنوری کے پیر خانہ نے عقائد باطلہ کے پیش نظر اس کی بیعت کو فسق کرتے ہوئے سلسلہ سے خارج کر دیا۔ انکشاف حق کے رد میں حضرت علامہ غلام محمد خان قادری صاحب نے ''عجائبِ انکشاف عجائب دیوبند'' کے نام سے تصنیف لکھی جس میں ''انکشافِ حق'' کی حقیقت کا پول کھول کے رکھ دیا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ مولوی خلیل بجنوری صاحب نے بچپن میں بریلی شریف سے پڑھا ہے یا یہ کہیں کہ ان کے ابتدائی اساتذہ بریلوی تھے اس لئے وہ بریلوی ہیں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ المھند کا رد لکھنے والے شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب قادری رضوی لکھنوی جس نے ''راد المھند'' کے نام سے ''المھند'' کا رد لکھا۔ صاحبِ راد المہند بھی تو ابتداء میں مدرسہ فرقانیہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید مولوی حافظ عبد الغفار سے پڑھتے رہے اور وہیں قرآنِ مجید حفظ کیا اور قاری محمد صدیق بنگالی دیوبندی اور قاری نصیر الدین دیوبندی جو تھانوی کے مرید آپ کے استاد تھے۔ لیکن جب امام مجدد اعلیٰ حضرت مجدد کی کتاب تمہید ایمان پڑھی تو دیوبندیت سے منحرف ہو کر صحیح العقیدہ سنی حنفی بریلوی بن گئے اور ایسے سنی کہ حسام الحرمین کی تائید میں متحدہ ہندوستان کے علماء کی تصدیقات جمع فرما کر الصوارم الہندیہ شائع کیا اور تمام عمر دیوبندی وہابیوں سے مناظروں میں گزاری۔ اب اگر کوئی یہ کہہ دے کہ ''راد المھند رد المھند''

دیوبندی عالم نے لکھی ہے اور الصوارم الہندیہ کے فتوے دیوبندی عالم نے جمع کئے ہیں تو کیا دیوبندی حضرات شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب قادری رضوی لکھنوی قدس سرہ کو اپنا مفتی اعظم اور امام ماننے کیلئے تیار ہو جائیں گے؟ گھمن صاحب ذرا گھوم پھر کر جواب دیں! علماء اہلسنت نے تو صاحب ''انکشاف حق'' مولوی خلیل بجنوری صاحب کو اہلسنت سے خارج کیا ہے۔ کیا دیوبندی حضرات انور شاہ صاحب کشمیری سے امام العصر کا خطاب چھین کر دیوبندی اکابر سے خارج کر دیں گے جس نے قادیانی وکیل کے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ دیوبندی اکابر پر فتویٰ دینے سے بریلوی علماء کو ثواب ملے گا۔ جیسا کہ یہی سوال و جواب ان الفاظ میں مولانا غریب اللہ صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب ضرب شمشیر میں شائع کیا ہے۔ ''سوال:۔ اگر علمائے بریلی نے نیک نیتی سے ٹھیک سمجھ کر علمائے دیوبند پر الزامات لگائے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے۔ جواب:۔ ایسی صورت میں علمائے بریلی کو ثواب حاصل ہوگا۔'' (ضرب شمشیر بر فتنہ پنج پیر ص ۶۲) اور اسی قادیانی وکیل کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ''مختار قادیانی نے اعتراض کیا کہ علماء بریلوی علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور علمائے دیوبند علمائے بریلوی پر، اس پر شاہ صاحب نے فرمایا:۔ میں بطور وکیل تمام جماعتِ دیوبند کی جانب سے گزارش کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند ان کی تکفیر نہیں کرتے۔'' (ملفوظاتِ محدث کشمیری، ص ۶۹۔ حیاتِ امداد ص ۳۹) اور عبارت حفظ الایمان کے عبارت کے بارے میں صاحب انوار الباری کا بیان پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ اب گھمن صاحب جواب دیں کہ کشمیری صاحب کو امام العصر مانتے ہوئے ان کو تمام علماء دیوبند کی طرف سے وکالت کا اختیار بھی ہے یا نہیں؟ دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحب کہتے ہیں ''کہ ان بریلویوں کو بھی کافر نہیں کہتے جو ہم کو کافر بتلاتے ہیں۔'' (حیات امداد، ص ۳۹) اور تو اور مولوی احمد حسن کانپوری صاحب نے تنزیہ الرحمٰن لکھ کر امکان کذب کے مسئلے پر دیوبندیوں کا رد لکھا بقول دیوبندی شیخ الہند کے احمد حسن صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہوئے حاجی صاحب سے پہلے یہ صاحب قاسم نانوتوی صاحب سے بیعت تھے دیکھئے الجہد المقل ص ۹۔ المہند میں امکانِ کذب کے مسئلہ پر بھی دیوبندیوں نے جھوٹ بولا حالانکہ کانپوری صاحب کے تنزیہ الرحمٰن کے رد میں امکان کذب پر دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن صاحب نے الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل کے نام سے ۱۸۰ صفحات کی تصنیف لکھی ہے۔ غلام خان صاحب کے بارے میں دیوبندی سوانح نگار انجینئر محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں۔ ''ان

(غلام خان) کی دیوبندیت المہند میں مقید نہ تھی'' (حیات شیخ القرآن غلام اللہ خان، ص، ۱۰) ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ ''ایمان و اعتقاد کی بنیاد ''المہند'' پر رکھنے کے بجائے قرآن و سنت پر رکھی جائے۔ یہ بہت مشکل کام تھا، مولانا غلام اللہ خان نے اس چیلنج کو قبول کیا۔'' (حیات شیخ القرآن غلام اللہ خان، ص، ۲۳) پھر لکھتے ہیں ''وہ المہند علی المفند کو آسمانی صحیفہ بھی نہ سمجھتے تھے حیات النبی، سماع موتی، استغاثہ لغیر اللہ، توسل، اور تصور شیخ وغیرہ مسائل میں وہ صوفی مزاج علماء دیوبند اور اصاغرین سے اختلاف رکھتے تھے۔'' (حیات شیخ القرآن غلام اللہ خان، ص، ۱۱۸) مولوی حسین علی بچھروائی بھی المہند کے اس دفاع سے خوش نہیں تھے جیسا کہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں ''مسئلہ توحید پس پشت چلا گیا اور علماء دیوبند کے دفاع کو اولیت حاصل ہوگئی۔'' (مولانا حسین علی واں بچھراں ص ۳۶۶) مولوی طاہر پنج پیری صاحب بھی اس المہند کے قید میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے جیسا کہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں۔ ''قرآنی حکم و اصول کو بالائے طاق رکھ کر ''المہند علی المفند'' کو صحیفہ آسمانی جان کر آسمان سر پر اٹھا لیا گیا جس سے ان نام نہاد علماء دیوبند کی خصوصیت کا بھرم بھی کھل گیا۔'' (مولانا محمد طاہر اور ان کی قرآنی تحریک، ص ۶۸)۔ اب دیوبندی عالم محمد ادریس کاندھلوی کی بھی سنئے جیسا کہ دیوبندی مولوی کوثر نیازی نقل کرتے ہیں۔ ''میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آ جاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے : مولوی صاحب! (اور یہ مولوی صاحب ان کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتووں کے سبب ہو جائے گی؛ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: 'احمد رضا خاں! تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا! تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جاؤ! اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی''۔ (''اعلیٰ حضرت ایک ہمہ جہت شخصیت'' روزنامہ جنگ ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۰)۔ ایک طرف تو یہ کہ خود دیوبندی بھی ''المہند'' سے اتفاق نہیں کرتے صرف المہند سے اختلاف نہیں بلکہ ''الشہابِ الثاقب'' بھی علماء دیوبند کے نزدیک مستند نہیں ہے۔ الشہابِ الثاقب کے مصنف حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے یہ کتاب لکھی تو ان میں کچھ کتابیں امام مجدد اعلیٰ حضرت کے والد صاحب اور دوسرے اکابر سے منسوب کر کے ان کے حوالے پیش کئے اور جھوٹ کا سہارا لے کر اپنے اکابر کی صفائی پیش کرنی چاہی حسین احمد ٹانڈوی صاحب کی جھوٹ سے پردہ اٹھاتے ہوئے دیوبندیوں کے موجودہ شیخ

اور مفتی اعظم لکھتے ہیں۔ ''الشہاب الثاقب'' اپنے مواد کے لحاظ سے بڑی قیمتی کتاب تھی ''رجوم المذنبین'' کے ابتدائی واقعاتی حصہ کے علاوہ آگے جوابی حصہ میں ہمارے بزرگوں کے جو واقعات اور قصائد وغیرہ نقل کئے ہیں وہ مقصد کیلئے بہت مفید ہیں لیکن اس کی زبان اور حضرت مولانا کی غیر معمولی مزاجی شدت کی وجہ سے اس سے فائدہ نہیں ہوسکا، اس کے علاوہ اس میں ایک خاص کمزوری یہ ہے کہ اس میں ''سیف النقی'' کے اعتماد پر ۲ حوالے غلط دے دئے گئے ہیں۔۔۔(یہ ''سیف النقی'' ''حسام الحرمین'' کے جواب میں اسی زمانے میں شائع ہوئی تھی اس میں مولوی احمد رضا خان کے باپ، دادا، پیر، دادا پیر، حتی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کتابیں گڑھ گڑھ کے ان کے صفحات اور مطابع کے ساتھ حوالے دئے گئے تھے، اور یہ سب حوالے بالکل بے اصل تھے۔ یہ کتاب کسی نے لکھ کر دیوبند بھیجی تھی، اور اسی زمانہ میں (غالباً حضرت میاں صاحب کے کتب خانہ کی طرف سے) چھپ کر شائع ہوئی تھی، بعد میں جب مولانا احمد رضا خان نے گرفت کی اور حوالوں کو چیلنج کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی دشمن کی حرکت تھی، اس کا مصنف (محمد نقی اجمیری) نامعلوم تھا جب وہ چھپی تھی تو ہمارے حلقہ میں ہاتھوں ہاتھوں لی گئی اور اسی زمانہ میں حضرت مولانا مدنی نے جب الشہاب الثاقب لکھی تو اس کے اعتماد پر ۲ حوالے دیدیئے اس غلطی نے الشہاب الثاقب کی افادیت کو بہت نقصان پہنچایا۔'' (نقوش رفتگاں، ص ۳۹۹، ۴۰۰) آگے لکھا ہے'' میں نے سیف النقی والی بات اس لئے لکھ دی کہ آپ کے علم میں رہے۔ حال ہی میں سنا کہ ناواقفی کہ وجہ سے دیوبند کے کسی کتب خانے نے پھر وہ چھاپ دی ہے۔'' (نقوش رفتگاں، ص ۴۰۰) یہی نہیں بلکہ انور شاہ صاحب کشمیری کے داماد بھی الشہاب الثاقب کے بارے میں لکھتے ہیں ''افسوس ہے کہ کتاب مذکور نہایت بے احتیاطی سے غلط چھپی ہے'' (انوار الباری جلد ۱۳، ص ۳۲۱) جس طرح المھند میں جھوٹ کا سہارا لے کر اپنے دیوبندی اکابر کے عقائد کو چھپایا گیا اور اصل عبارات سے ہٹ کر اپنا جھوٹا عقیدہ ظاہر کیا گیا اسی طرح الشہاب الثاقب میں بھی اس جھوٹ کو ہتھیار بنایا گیا اور کہتے رہے کہ ''جھوٹوں پر خدا کی پھٹکار'' (المھند علی المفند، ص ۶۴) اور اپنے آپ پر لعنت بھیجتے رہے۔ دیوبند کے اکابرِ اربعہ کے گستاخانہ عبارات پر نہ صرف بریلوی علماء بلکہ دوسرے علماء واکابر بھی جن کا تعلق دیوبند یا بریلی سے نہیں وہ بھی ان گستاخیوں پر خاموش نہیں بیٹھے بلکہ مناظرے کئے کتابیں لکھی اور تقریر وتحریر سے ان کا رد کیا۔ جیسا کہ مولانا ریاست علی خان شاہ جہان پوری قدس سرہ ان کے بارے میں دیوبندی سوانح نگار لکھتے ہیں''

محترم عالم فقیہ ریاست علی حنفی جہاں پوری مشائخ نقشبندیہ میں سے ایک ہیں شاہجہاں پور میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے، کچھ درسی کتابیں اپنے علاقہ کے علماء سے پڑھیں پھر رامپور کا سفر کیا اور شیخ ارشاد حسین عمری نقشبندی کی ہی خدمت میں رہے، ان سے فنون فقہ اصول کلام منطق اور حکمت پڑھیں پھر آپ سے ہی علم طریقت بھی حاصل کیا۔'' (ترجمہ، نزھۃ الخواطر جلد ہشتم، ص ۲۲۸) مولانا ریاست علی خان صاحب قدس سرہ کو دیوبندیوں سے کتنی نفرت تھی اس کا حال بیان کرتے ہوئے مولوی اعزاز علی لکھتے ہیں ''مدرسہ مذکورہ میں میری تدریس ہوتے ہی موصوف نے جناب حاجی فضل احمد خاں صاحب کو بلوایا (حاجی صاحب مرحوم اس مدرسہ کے تمام اخراجات کے کفیل تھے) اور کہا کہ اگر تم اپنا روپیہ حرام کاری، شراب خوری، اور قمار بازی میں صرف کرتے تو ظاہر کہ بہت بڑے گنہ گار ہوتے مگر اس قدر گناہ نہ ہوتا جس قدر کہ اس دیوبندی کو مدرس بنانے سے ہو رہا ہے اور یہ گناہ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ اس کا پڑھا ہوا ایک فرد بھی زمیں پر باقی رہے گا۔'' (دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا، ص ۳۰) اسی نفرت کی وجہ بھی اکابر دیوبند کے وہ عبارات تھے۔ جب المھند میں اکابر دیوبند نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تو آپ نے اسی المھند کا بھرپور رد بنام ''التحقیات لدفع التحریفات'' لکھ کر المھند کی حقیقت کو واضح کردیا۔ جیسا کہ اسی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں ''فقیر حقیر محمد ریاست علی کان لہ اللہ القوی کے ایک رسالہ مسمی بہ التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بمہند مولفہ مولوی خلیل احمد صاحب فی الحال دیکھنے کو آیا عجب وہ رسالہ بھرا ہوا تلبیسات اور تحریفات سے پایا اپنی کتابوں میں کچھ اور لکھا اس رسالہ میں بالکل اس کے خلاف اور برعکس لکھا لہذا اس کا اظہار خلائق پر ضروری سمجھا ہر چند کہ فقیر کو بالکل فرصت نہیں اور نہ بوجہ امراض لاحقہ اور ضعف دماغ کے طاقت ہے تاہم مختصر طور پر ان مسائل کو کہ جو مولوی خلیل احمد صاحب نے تحریف کر کے لکھے ہیں نوک قلم پر لاتا ہوں اور قطع نظر اس بات کے کہ وہ یا انکے طرفدار تسلیم کریں یا نہ کریں حسبۃً اللہ اظہار کرتا ہوں تا کہ اہل انصاف اور صاحب بصیرت پر اچھی طرح سے منکشف ہو جائے کہ رسالہ مذکورہ میں فی الواقع تحریف اور تلبیس ہے علینا الا البلاغ۔ (التحقیات لدفع التحریفات، ص ۲، مطبع شمس المطابع لکھنو اکتوبر ۱۹۱۹) مولانا ریاست علی خان حنفی قدس سرہ نہ تو بریلوی سے تعلق رکھتے ہیں نہ امام مجدد اعلیٰ حضرت کے شاگردوں سے ہیں اور نہ امام مجدد اعلیٰ حضرت کے خلفاء ومریدین سے ہیں لیکن ان کے نزدیک بھی دیوبند کے اکابرِ اربعہ کے عبارات گستاخانہ ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا حسن جان

فاروقی مجددی سرہندی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''العقائد الصحیحہ وتردید الوہابیۃ النجدیۃ'' میں حفظ الایمان کے عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ''خدا ایسے عقیدے سے بچائے کہ جس میں رسول اللہ خدا ﷺ کی توہین کا اظہار ہوتا ہے'' (العقائد الصحیحہ وتردید الوہابیۃ النجدیہ، ص ۲۸) علامہ حسن جان فاروقی مجددی قدس سرہ بھی نہ تو امام مجدد اعلیٰ حضرت کے خلفاء و تلامذہ سے ہیں نہ بریلوی سے تعلق رکھتا ہے لیکن پھر بھی انہوں نے عبارتِ حفظ الایمان کے عبارت کو گستاخانہ عبارت لکھا ہے۔ اسی طرح فضل احمد لدھیانوی صاحب نے انوار آفتاب وصداقت میں دیوبندیوں کے گستاخانہ عبارات نقل کئے اور ان کا بھرپور رد کیا ہے اسی کتاب کے ص ۲۲۷ پر حفظ الایمان کے عبارت نقل کر کے خوب رد کیا ہے۔ اس کتاب پر بڑے بڑے علماء ہند کے تصدیقات موجود ہیں جن میں زیادہ تر علماء ایسے ہیں جن کا امام مجدد سے نہ تو استاد شاگرد کا رشتہ ہے اور نہ پیری مریدی کا۔ اور فضل احمد لدھیانوی صاحب خود بھی یہ لکھا ہے کہ وہ امام مجدد اعلیٰ حضرت کے مرید نہیں ہے جیسا کہ اسی کتاب ص ۴۸۷ پر لکھتے ہیں ''میں ان حضرات کا مرید ہرگز نہیں ہوں'' اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں ''سید صادق علی شاہ نقشبندی مجددی حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل ہے'' اسی طرح الصوارم الہندیہ پر بھی جتنے بھی علماء کی تصدیقات ہیں وہ سب کے سب امام مجدد کے تلامذہ یا مریدین نہیں ہیں۔ مگر المہند پر دیوبندی علماء کے علاوہ کسی دوسرے یا تیسرے فریق کی تصدیق ہی نہیں۔ اسی طرح صاحبِ انوارِ ساطعہ مولانا عبدالسمیع رامپوری صاحب اور صاحبِ تقدیس الوکیل حضرت مولانا غلام دستگیر مجددی قصوری قدس سرہ، صاحبِ السیف المسلول حضرت مولانا محمد نذیر احمد خان رامپوری قدس سرہ، صاحبِ مذاہب الاسلام نجم الغنی خان صاحب رامپوری نے ''مذاہب اسلام'' میں عبارت حفظ الایمان کو نقل کر کے عقائد وہابیہ میں شامل کیا ہے۔ صاحبِ مدار الحق محمد شاہ پنجابی صاحب جس نے قاسم نانوتوی صاحب سے مناظرہ کیا جس کی تفصیل ابطال اغلاطِ قاسمیہ میں موجود ہے، صاحبِ الدر المنظم شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی جس کی تقریظ حسام الحرمین پر موجود ہے۔ کیا یہ سب کے سب اور ان کے تصانیف پر تصدیق کرنے والے سارے حضرات امام مجدد اعلیٰ حضرت کے مریدین یا شاگرد ہیں؟ کہ ان تمام حضرات نے تمام عمر دیوبندیوں کا رد کیا۔ المہند میں قاسم نانوتوی صاحب کی صفائی بھی پیش کی گئی مگر حقیقت یہ کہ ہندوستان بھر کے تمام علماء نے نانوتوی صاحب کے عقائد کو رد کیا جس کا اقرار اشرفعلی تھانوی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''جس وقت مولانا نے

تحذ الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں کسی نے مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحیٔ صاحب کے۔'' (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۵ ص ۲۹۶) مولانا عبدالحیٔ لکھنوی صاحب بھی بعد میں نانوتوی صاحب کے مخالف ہو گئے تھے جیسا کہ ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' پر ان کی تصدیق موجود ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان گستاخانہ عبارات پر چند دیوبندی علماء کے علاوہ تمام علماء ان کے خلاف تھے اور ان کو ان عبارات پر چند دیوبندیوں کے علاوہ کسی کی بھی تائید حاصل نہیں۔ اکثر حضرات کہتے ہیں حسام الحرمین میں قادیانیوں کے ساتھ اکابرِ دیوبند کو شامل کر کے علماءِ حرمین شریفین کو مغالطے میں رکھ کر فتاوے حاصل کئے گئے جیسا کہ المہند کے مقدمہ میں مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں۔ ''رسالہ کو اس طریق سے مرتب کیا کہ پہلے فرقہ قادیانیہ کے عنوان سے مرزا غلام احمد متنبیٔ قادیان کی کفریہ عبارتیں درج کیں اور اس کے بعد اکابرِ دیوبند کو فرقہ وہابیہ کذابیہ اور فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے قبیح عنوانات کے تحت متعدد فرقوں میں تقسیم کیا گیا ۔ تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں کہ فرقہ قادیانیہ کی طرح ہندوستان میں بھی کوئی جدید فرقے پیدا ہو رہے ہیں۔'' (المہند علی المفند، مقدمہ ص ۱۷، ۱۸) سب جانتے ہیں کہ شروع میں دیوبندی حضرات نے قادیانیوں کی حمایت کی تھی اور ان کی طرف سے تاویلیں پیش کرتے رہے اور ان کی تعریفیں کرتے رہے جیسا کہ اسی المہند میں بھی اس کا اقرار موجود ہے۔ جیسا کہ صاحبِ المہند لکھتے ہیں۔ ''شروع شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ یہ خبر پہونچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور تمام اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے، ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔'' (المہند علی المفند، مقدمہ ص ۸۵) تو کیا ہم ان حضرات سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ قادیانیوں نے کب اسلام کی تائید کی تھی؟ وہ تو شروع سے انگریز کی ایما پر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کیلئے میدان میں اترے تھے۔ ان کے وہ بعض ناشائستہ اقوال جو کفریہ تھے اس کیلئے بھی بقول صاحبِ المہند وہ تاویل کرتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ قادنی دجال کیلئے اسی تحذیر الناس نے ہی نبوت کا جھوٹا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی۔ مولانا محمد لدھیانوی صاحب بن مولانا عبدالقادر صاحب نے جب مرزا ملعون پر کفر کا فتویٰ دیا تو گنگوہی صاحب نے مرزا کو مرد صالح قرار دیا جیسا کہ مولانا محمد رصاحب فتاویٰ قادریہ میں لکھتے ہیں۔ ''گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اسکی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے اس موقع پر

اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مردِ صالح قرار دیا۔'' (فتاویٰ قادریہ، ص۳، ص۴) فتاویٰ قادری میں ایسے کئی انکشافات ہیں، یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی محمد لدھیانوی صاحب رشید احمد گنگوہی کے ہم عصر اور دیوبندی خیال مولوی تھے۔ مرزا ملعون کی عقیدت گنگوہی صاحب سے۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی جس زمانہ میں براہین احمدیہ لکھ رہے تھے اور انکے فضل و کمال کا اخبارات میں چرچا اور شہرہ تھا حالانکہ اس وقت تک انکو حضرت امام ربانی سے عقیدت بھی تھی اس طرف کے جانے والوں سے دریافت کیا کرتے تھے کہ حضرت مولانا اچھی طرح ہیں؟ اور دہلی سے گنگوہ کتنے فاصلہ پر ہے؟ راستہ کیسا ہے؟ غرض حاضری کا خیال بھی معلوم ہوتا تھا اسی زمانہ میں حضرت امام ربانی نے ایک مرتبہ یوں ارشاد فرمایا تھا کہ '' کام تو یہ شخص اچھا کر رہا ہے مگر پیر کی ضرورت ہے ورنہ گمراہی کا احتمال ہے'' اس کے بعد ہی مجددیت و مہدیت و عیسویت کے خیالات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ (تذکرۃ الرشید، جلد ۲، ص، ۲۲۸) مہدیت مجددیت وعیسویت کے دعووں کے بعد بھی گنگوہی صاحب نے مرزا ملعون کی تکفیر پسند نہیں کی جیسا کہ رشید احمد گنگوہی صاحب اپنے مکتوب بنام مولوی صدیق احمد صاحب لکھتے ہیں! ''مولوی غلام احمد صاحب قادیانی کی فتح الاسلام بندہ نے بھی دیکھی اجمالاً اونکو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اوسکا ہی ضمیمہ ہے کہ اب اونکے مخیلہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو انکو مقصود نہیں اور اس کو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اوسمیں مجبور ہیں۔ اس مثیل عیسیٰ ہونیکو اور نزول حضرت عیسی علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو چند جگہ سے بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسدہ و خطا خلاف جملہ سلف و خلف کے ہے اونکو مالیخولیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اوسکو نہ سمجھا اب اونکو اسکی فہم ہوئی اور پر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے اور تکفیر نہیں چاہئے کہ وہ ماول ہے اور معذور ہے فقط۔'' (مکاتیب رشیدیہ، ص۹۰)

''گنگوہی شروع میں نرم تھے۔ مرزا کی طرف سے تاویلیں کرتے تھے۔ جب اس نے بالکل ہی صراحۃً نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے کفریات واضح کر دیئے تو مجبور ہو کر تکفیر فرمائی''۔ (مجالس حکیم الامت، ص۲۷۹) صاحب المہند نے رشید احمد گنگوہی صاحب کے فتوے کا ذکر کیا ہے مگر المہند لکھتے وقت

رشید احمد گنگوہی وفات پا گئے تھے اور فتاویٰ رشیدیہ میں اس عنوان کا کوئی فتویٰ موجود نہیں۔ ایک طرف رشید احمد گنگوہی صاحب مرزا ملعون کو تکفیر سے بچانے کی کوشش میں ہے دوسری طرف قاسم نانوتوی تحذیر الناس لکھ کر مرزا ملعون کے دعووں کو سہارا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ مظفر احمد قادیانی مبلغ نے کذاب کے وکالت میں نانوتوی صاحب کی کتاب تحذیر الناس کا حوالہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔'' جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے۔ محض انبیاء کے آخر میں آنا اپنی ذات میں کوئی وجہ فضیلت نہیں'' (مسیح اور مہدی حضرت محمد رسول اللہ کی نظر میں، ص،۱۱۲) ایک اور جگہ تحذیر الناس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''یہی بات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند نے لکھی ہے کہ:۔'' اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔'' (مسیح اور مہدی حضرت محمد رسول اللہ کی نظر میں، ص، ۱۲۱) یہی نہیں بلکہ اسی مکتبہ فکر کے بعض حضرات مرزا ملعون سے اتنے متاثر ہوئے کہ مرزا کو ہر ماہ دعاؤں کی التجائیں پیش کرتے رہے جیسا کہ مولوی عبدالقادر رائے پوری کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت نے مرزا صاحب کی تصنیفات میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ **اجیب کل دعائک الا فی شر کائک** میں تمہاری تمام دعائیں قبول کرونگا، سوا اس دعاؤں کے جو تمہارے شرکت داروں کے بارے میں ہوں) حضرت نے مرزا صاحب کو اسی الہام اور وعدہ کا حوالہ دے کر افضل گڑھ سے خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میری آپ سے کسی طرح بھی شرکت نہیں ہے اسلئے آپ میری ہدایت اور شرح صدر کیلئے دعا کریں وہاں سے مولوی عبدالکریم صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب ملا کہ تمہارا خط پہونچا تمہارے لئے خوب دعا کرائی گئی، تم کبھی کبھی اس کی یاد دہانی کر دیا کرو، حضرت فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک پیسہ کا کارڈ تھا، میں تھوڑے وقفہ کے بعد ایک کارڈ دعا کی درخواست کا ڈال دیتا۔'' (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری، ص ۵۵، ۵۶)۔ جب امام مجدد اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری افغانی قدس سرہ مسلمانوں کو مرزا ملعون کے فتنہ سے بچانے مرزا کا رد کر رہے تھے یہ دیکھ کر رائے پوری صاحب کا میلان قادیانی کی طرف اور بھی بڑھ گیا اور وہ ان کو سچا ماننے لگے جیسا کی ندوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائی تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے، میں نے بھی دیکھیں، قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں۔'' (سوانح

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص، ۵۶) یہی نہیں بلکہ ''اس سفر میں مرزا صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، فرماتے تھے کہ میں ان کے امام کے پیچھے بھی نماز پڑھتا تھا اور اپنی الگ بھی پڑھ لیتا تھا۔ (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص ۶۲)۔ صرف رائے پوری صاحب ہی نے نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد نے بھی مرزا ملعون کے ہاں قیام کر کے وہاں نماز جمعہ پڑھی جیسا کہ ملیح آبادی نے آزاد کی آپ بیتی نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''اس کے بعد مرزا صاحب اندر چلے گئے اور مولوی عبدالکریم مرحوم نے مجھے پھر مولانا نورالدین مرحوم اور جماعت کے بڑے بڑے لوگوں سے ملایا۔ نواب محمد علی مالیر کوٹلہ کے بھی وہیں تھے۔ جمعہ کی نماز وہیں ایک میدان میں ہوئی۔ میں گیا تو لوگوں نے مجھے پہلی صف میں جگہ دی۔ اتنے میں مرزا صاحب آئے اور منبر کے جب میں امام کے مصلے پر بیٹھ گئے۔ اس وقت مولوی عبدالکریم نے خطبہ دیا۔ خطبے کا موضوع یہ تھا کہ بہت سی برکتیں، جو انبیاء سلف کے حصے میں نہیں آئیں، ان سے خدا نے مرزا صاحب کو سرفراز فرمایا۔ از اجملہ یہ اعلان و تبلیغ رسالت کے یہ وسائل ان انبیاء کے زمانے میں کہاں تھے۔ ریل، تار، ڈاک، گیموفون، اخبارات، پریس۔ ان وسائل سے کس طرح ہر صدا مشرق و مغرب میں پھلائی جاسکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ نماز بھی مولوی عبدالکریم نے پڑھائی، اور مرزا صاحب صف سے آگے، مگر ان سے دو انچ پیچھے تنہا کھڑے رہے۔ نماز کے بعد پھر میری طرف ملتفت ہوئے اور اصرار کیا کہ میں چندے قیام کروں۔ میں نے معذرت کی اور اسی دن روانگی کا ارادہ ظاہر کیا۔'' (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص ۲۱۴) یہی نہیں بلکہ مولوی آزاد کے بارے میں یہ خبریں بھی منظر عام پر آگئیں ہیں کہ مرزا نے مرزا ملعون کے جنازے میں بھی شرکت کی تھی۔ یہ خبر دیوبندی شورش کاشمیری نے عبدالمجید سالک کی کتاب یاران کہن اپنے ادارے سے شائع کی جیسا کہ علامہ کاشف اقبال مدنی صاحب اس حقیقت کو آشکارا کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار وکیل کی ادارت پر مامور تھے۔ اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا تو مولانا نے مرزا کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے۔ اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔ (چٹان کہن، ص ۲۔ ۱۴۱ طبع اول چٹان لاہور) دیوبندی اکابر و اصاغر کے اصرار کی وجہ سے شورش کاشمیری نے اس کے دوسرے ایڈیشن میں یہ عبارت مذکورہ نکال دی۔ اسی اثنا میں ضلع رحیم یار خان کے ایک مشہور مصنف نے سالک صاحب سے اس مسئلے پر خط و کتابت کی جو ساری نوازش نامے کتاب مرتبہ انیس الحسن

شاہ جیلانی کراچی سے شائع ہوگئی سالک صاحب اپنی وضاحت کرتے ہوئے جواب میں لکھتے ہیں کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل حقیقت ہے وکفی باللہ شھیدا۔'' (بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص، ۱۳۲، ۱۳۳) یہی نہیں بلکہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی نے تو قادیانیوں کا ذبیحہ بھی حلال اور درست کہ کر قادیانیوں کو اہل کتاب تسلیم کیا جیسا کہ لکھتے ہیں۔'' سوال: جو شخص احمدی فرقہ (المعروف مرزائی فرقہ) سے تعلق رکھنے والا ہو۔ خواہ مرزا آنجہانی کو نبی مانتا ہو یا مجدد اور ولی وغیرہ اس کے ہاتھ کا مذبوحہ حلال ہے یا حرام؟ (المستفتی ۴۶۹ عبداللہ بہاولپور)۔ جواب: اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں۔ لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔'' (کفایت المفتی، جلد ۱، ص ۳۱۳) ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''نسلی مرزائی اہل کتاب کے حکم میں ہیں جس طرح یہود و نصاریٰ۔ شامی میں اس مسئلہ کی بحث ہے اور یہی راجح ہے۔'' (کفایت المفتی، جلد ۱، ص ۳۱۷)۔ یہی وجہ تھی شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال نے فرمایا۔ ''حضرت علامہ نے فرمایا'' قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے۔'' (اقبال کے حضور، نشتیں اور گفتگوئیں، ۲۶۱) ثابت ہوا کہ شروع سے آخر تک قادیانیوں کو ان دیوبندیوں کی حمایت حاصل تھی، اس کے علاوہ علماء اکثر دیوبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے اپنے کئی تصانیف میں انبیاء کرام کے فضائل بھی بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ دیوبندی شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب شہاب ثاقب میں لکھتے ہیں۔ ''ان اکابر کے کلام پاک کا اثر جملہ تصانیف حضرات اکابر موجود ہیں اور چھپی ہوئی ہیں جگہ جگہ دستیاب ہوتی ہیں، دیکھو جس جگہ حضور علیہ السلام کا نام پاک آجاتا ہے کن القاب والفاظ سے مع صلوٰۃ وسلام آپ کا نام نامی ذکر کرتے ہیں عموماً قبل آپ کے اسم مبارک کے لفظ فخر عالم ذکر کیا جاتا ہے یا اور مثل اس کے مگر افسوس کہ اپنے اغراض نفسانی کے حصول اور طلب شہرت کی نیت سے مجدد بریلوی صاحب اور ان کے ہوا خواہ ان جملہ محاسن و بھلائیوں کو پس پشت ڈالے دیتے ہیں جن سے ان بزرگوں کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ (الشہاب الثاقب، ص ۲۳۷) آیئے ٹانڈوی صاحب کے اس دلیل کا جواب بھی دیوبندی امام العصر انور شاہ صاحب کی زبان سے ملاحظہ کرتے ہیں۔ ''جب ایک جگہ کلماتِ توہین ثابت ہو گئے تو دوسری ہزار جگہ

بھی کلماتِ مدحیہ لکھے ہوں اور ثنا خوانی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے، جب تک کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کی اتباع اور اطاعت گذاری کرے اور مدح وثنا کرتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین کردیا کرے تو کوئی انسان اس کو واقعی مطیع ومعتقد نہیں کہہ سکتا۔'' (ملفوظات محدث کشمیری، ص ۵۵)۔

عاشقانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خوشخبری

سہ ماہی رسالہ جام کوثر مردان کا ساتواں شمارہ امام مجدد اعلحضرت کا خصوصی نمبر شائع ہوگا۔

ابوالھمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی کی تالیف ''مسئلہ نورانیت اور اکابرِ دیوبند'' سے سلسلہ وار مضمون

نورانیت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (قسط: دوم)

(نورانیت مصطفی ﷺ پر اصاغرِ دیوبند کے اعتراضات اور اکابرِ دیوبند کے جوابات)

(گذشتہ سے پیوستہ)

تھانوی صاحب کی تصنیف نشر الطیب اور رسائلِ مواعظ میلاد النبی کے بارے میں انور شاہ صاحب کے داماد بجنوری صاحب کی رائے۔

(۴۳)'' ہمارے اکابر میں سے حضرت تھانوی نے کئی سال ولادتِ نبوی پر مستقل بیانات کئے ہیں، جو النور، الظہور اور المولد البرزخی وغیرہ کے نام سے طبع شدہ ہیں۔ ان میں حضور علیہ وسلم کی ولادتِ طیبہ اور حیاتِ مبارکہ کے عجیب وغریب حالات وکمالات بیان کئے ہیں اور ایک مستقل کتاب بھی ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب''، لکھی، جس میں سب روایات بہ سندِ صحیح جمع کردی ہیں۔ اس عجیب وغریب نادرہ روزگار تالیف انیف میں ۴۰ فصل ہیں، سب سے پہلی پیدائشِ نورِ محمدی کے بیان میں ہے، جو اول الخلق بھی ہے اور افضل الخلق بھی۔'' (انوار الباری جلد ۱۷، ص ۳۰)

(۴۴)'' حضرت شاہ صاحب کی طرح ہمارے حضرت تھانوی نے بھی نشر الطیب کے شروع میں نورِ محمدی کا بیان قائم کرکے احادیث صحیحہ کے حوالے سے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا، اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ دوسری اشیاء تھیں، آپ نے یہ بھی لکھا کہ حدیث سے نورِ محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ حضرت تھانوی نے اس مضمون کو پوری تفصیل اور دلائل کے ساتھ لکھا ہے۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔'' (ملفوظات محدث کشمیری، ص ۲۰۲)

اگر حضور ﷺ کو نور ماننا بقول مفتی زرولی خان صاحب شرکیہ عقیدے کی جڑ ہے تو پھر تھانوی صاحب کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا! صرف تھانوی صاحب ہی نہیں بلکہ دیوبندی فقیہ النفس رشید احمد گنگوہی صاحب بھی حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں۔ آیئے گنگوہی صاحب کا عقیدہ بھی پڑھتے ہیں۔

دیوبندی قطب رشید احمد گنگوہی صاحب کا عقیدہ نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ

(۴۵) ''حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرماتے ہیں کہ البتہ حق تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آئی اور نور سے مراد ذات پاک حبیب خدا ﷺ ہے۔'' (امداد السلوک اردو ترجمہ ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۲)

(۴۶) ''منیر روشن کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں لہٰذا اگر انسانوں میں سے کسی کو روشن کرنا محال ہوتا تو اس ذات پاک ﷺ کو یہ بات میسر نہ آتی۔ آپ کی ذات پاک تمام اولاد آدم علیہ السلام میں سے ہے مگر حضور ﷺ نے اپنی ذات کو اتنا پاک فرمایا کہ خالص نور ہو گئے۔'' (امداد السلوک اردو ترجمہ ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۲،۲۰۳)

(۴۷) ''حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نور فرمایا ہے اور تواتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے بجز نور کے تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔'' (امداد السلوک اردو ترجمہ ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۳)

(۴۸) ''سوال:۔ اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک یہ دونوں حدیثیں ہیں صحیح یا وضعی۔ زید ان کو وضعی بتاتا ہے فقط بینوا توجروا۔ جواب:۔ یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم'' ۔(تالیفاتِ رشیدیہ۔ص ۱۶۱)

(۴۹) ''اسی طرح اپنی پیروی کرنے والوں کو ایسا تزکیہ اور تصفیہ بخشا کہ وہ بھی نور ہو گئے چنانچہ ان کے قصوں اور کرامتوں سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور اتنی مشہور ہیں کہ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ حق تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے حبیب ﷺ پر ایمان لائے ان کا نور ان کے دائیں بائیں دوڑے گا اور منافقین کہیں گے کہ ٹھہرو، تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حاصل کر لیں۔ ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت کی پیروی سے ایمان اور نور حاصل ہوتا ہے۔'' (امداد السلوک اردو ترجمہ ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۳)

(۵۰) ''حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور اے اللہ میرے کان، میرے آنکھ اور میرے دل میں نور کر دیجئے بلکہ فرمایا کہ خود مجھ کو نور کر دیجئے۔'' (امداد السلوک اردو ترجمہ

ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۳)

(۵۱) ''اگر نفس کا روشن ہونا محال ہوتا تو حضور فخر العالم ﷺ ہرگز یہ دعا نہ فرماتے کیوں کہ محال باتوں کیلئے دعا بالاتفاق ممنوع ہے۔''

(امداد السلوک اردو ترجمہ ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۳)

(۵۲) '' کہتے ہیں کہ ابوالحسن نوری کو نوری اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے باہا نور دیکھا گیا''۔

(امداد السلوک اردو ترجمہ ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۳)(۵۳) ''بہت سے خاص اور عام صالحوں اور شہیدوں کی قبروں سے نور بلند ہوتے دیکھتے ہیں۔ یہ نور انکا پاک نفس ہے کہ جب نفس کا کام بلند ہوتا ہے اس کا نور بدن میں سرایت کر جاتا ہے اور یہ نور بدن کی طبیعت اور مزاج بن جاتا ہے پھر اگر نفس بدن سے جدا بھی ہو جاتا ہے تو وہ بدن انوار کا ایسا منبع سرچشمہ اور اس کا منفذ رہتا ہے جیسا کہ نفس کی زندگی اور حیات میں تھا۔

(امداد السلوک اردو ترجمہ ارشادِ سلوک۔ص ۲۰۳)

کتاب ''امداد السلوک'' کے بارے میں دیوبندی شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب کہتے ہیں۔

''اور امداد السلوک بھی یہ تصوف کی بلند کتابیں ہیں۔'' (ملفوظات حضرت مدنی، ص ۱۱۸)

یہ فرود گاہ رشید ہے ، یہ مقام فرد فرید ہے یہ مکان خلد نشان ہے ، یہ مکین عرش وقار ہے
یہ مزار بقعۂ نور ہے ، یہ جہاں عشق کا طور ہے یہاں آفتاب جمال ہے ، یہ تجلیوں کا دیار ہے
یہ عنایتیں، یہ نوازشیں ، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھئے مری آنکھ حو جمال ہے ، مرے سامنے رخ یار ہے
کوئی نکتہ چیں ہو ، ہوا کرے ، مگر اے نگاہ کمال ہیں ذرا کر کے دیکھ مشاہدہ ، یہاں نور ہے ، وہاں نار ہے
کسی خشک طبع سے کیا غرض، کسی تنگ ظرف سے کیا کام مری اہل دل سے دوستی ، مجھے اہل درد سے پیار ہے
یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیر زلف رشید ہوں اسی سلسلے کا مرید ہوں ، میرا اس پر دارومدار ہے

(۵۳)

۱۳۹۰ھ ذیقعدہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۱ء۔ (مکاتیب رشیدیہ، ص، ۱۲۱)

نفیس صاحب کے جذباتِ محبت وشوق برمزار گنگوہی آپ ملاحظہ کر چکے۔ جس کے مزار کو تجلیوں کا دیار، عرش کا وقار، مزار کو بقعۂ نور، عشق کا طور اور تجلیوں کا دیار کہہ رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہہ ڈالے کہ ''یہاں نور ہے'' اسی مکین خلد کی نوازشوں اور عنائتوں کی مدح خوانی کرتے ہوئے نکتہ چینوں پر بھی برس پڑے۔ اور آخر میں یہ کہتے ہوئے اپنی دل کی بات کہہ ڈالی کہ میرا اسی پر دارومدار ہے۔ ان حضرات کیلئے لمحہ فکریہ جو حضور ﷺ کیلئے نور ماننے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے نہیں تھکتے۔ اب گنگوہی صاحب پر کیا فتویٰ ہوگا؟ یہ اصاغر اب گنگوہی صاحب کے ان عبارات میں کیا تاویل کریں گے؟ تھانوی صاحب اور گنگوہی صاحب ہی نہیں بلکہ دیوبندی امام الکبیر اور بانی دارالعلوم دیوبند بھی حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں۔ آیئے نانوتوی صاحب کا عقیدہ پڑھتے ہیں۔

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی صاحب کا عقیدہ نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ :

(۵۵) ''محمد عربی ﷺ کے سامنے پہلے انبیاء کی روحیں آفتاب کے سامنے چاند کی مانند ہیں اور اس امت کی روحیں، زمین اور در ودیوار کے انوار کی جگہ ہیں اس صورت میں نور محمدی ﷺ تمام انبیاء اور اگلے پچھلے مؤمنین میں لازمی طور پر سرایت کرے گا۔ اور وہ قوت علمیہ اور عملیہ گویا کہ قوت قابضہ انہی دو عملی تنہا تنہا دو قوتوں کا ملا ہوا نسخہ ہے جو کہ محمد ﷺ کی بخششوں میں سے ایک بخشش ہے۔ (قاسم العلوم ترجمہ انوار النجوم، ص ۶۲) دیوبندی امام قاسم نانوتوی صاحب کے صرف ایک ہی حوالے پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ قاسم نانوتوی صاحب کے نزدیک مطالب علمیہ کے اثبات کیلئے ایک دلیل بھی کافی ہوتا ہے جیسا کہ نانوتوی صاحب ''آبِ حیات'' میں لکھتے ہیں۔

''دعویٰ مالی تو نہیں کہ کم سے کم دو شاہدوں کی ضرورت ہو مطالبِ علمیہ کے اثبات کیلئے ایک دلیل بھی کافی ہے۔'' (آبِ حیات، ص، ۱۰۸)

مولوی خلیل احمد سہارنپوری صاحب کے بارے میں دیوبندیوں کا نورو الا عقیدہ :

(۵۶) ''حج پنجم میں جس وقت حضرت مسجد حرام میں طواف قدوم کیلئے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین صاحب کے پاس (جو کہ اعلیٰحضرت حاجی کے خاص خلفاء میں سے تھے اور صاحب کشف مشہور تھے) بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کیلئے چلے آئے تو محب الدین صاحب کے پاس کو آئے کہ وہی جگہ مولانا کے نشست کی تھی مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا'' یہ کہہ کر مصافحہ ومعانقہ ہوا اور حضرت سعی کیلئے آگے بڑھ گئے مولانا محب الدین صاحب اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا میاں ظفر مولانا خلیل احمد صاحب تو نور ہی نور ہیں ان میں نور کے سوا کچھ نہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل، ص ۳۳۹) خلیل احمد صاحب کیلئے عقیدہ کہ نور ہی نور اور نور کے سوا اور کچھ بھی نہیں مگر حضور ﷺ کیلئے نور کا عقیدہ بقول مفتی زرولی خان صاحب شرک کی جڑ ہو یہ کونسا توحید ہے زرولی خان صاحب ذرا اس کی تشریح کر سکیں گے؟

دیوبندی امام العصر انور شاہ کشمیری صاحب کا عقیدہ نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ:

(۵۷) ''حدیث ترمذی اول خلق اللہ القلم پر حضرت (انوارشاہ صاحب) نے فرمایا کہ بعض روایات میں اول المخلوقات نور النبی ﷺ بھی وارد ہے جس کو علامہ محدث قسطلانی شارح بخاری نے المواہب اللدنیہ میں بطریق حاکم روایت کیا ہے۔ اور ترجیح حدیث ترمذی مذکور پر حدیث نور ہی کو ہے۔ (العرف شذی، ۱۲، ۵۱۲)'' (ملفوظات محدث کشمیری، ص، ۲۰۸)

(۵۸) ''حافظ نے قلم اور عقل ولوح محفوظ کی اولیت خلق پر بھی کلام کیا ہے اور شرح المواہب اللدنیہ میں حاکم سے اول الخلق نورہ علیہ السلام مروی ہے اور علامہ عینی نے روایت اول ما خلق اللہ تعالیٰ نور محمد ﷺ ذکر کی ہے (عمدہ ص ۱۰۹ ج ۱۵) اور شیخ سلامہ نے براہین الکتاب والسنہ ص ۱۹۴ میں لکھا کہ روایت عبدالرزاق اول ما خلق اللہ نور نبیک ہے اور اس کے علاوہ میں اگلا جملہ ثم خلق منہ کل خیر بھی ہے، لہٰذا اول مخلوق علی الاطلاق نور محمدی ہوا پھر پانی پھر عرش، پھر قلم ولوح اور قلم کو حکم ہوا کہ وہ بندوں کے مقادیر کو پچاس ہزار سال قبل آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے لکھے، جیسا کہ روایت مسلم میں ہے۔'' (انوار الباری

،جلد۱۳،ص۴۵۲،حاشیہ)

(۵۹) ''حسب تصریح حضرت مجدد سرہندی قدس سرہ مشیتِ یزدی میں اپنی ربوبیت کا اظہار ہوا، اور دنیا کے ہزار ہا عالم پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کے نورِ معظم کو پیدا فرمایا۔ اس لئے آپ مرکزِ وجود بھی ہیں اور سب سے پہلے آپ کے قلبِ منور کو حق تعالیٰ جل ذکرہ نے نورِ نبوت عطا فرما کر مرکزِ ایمان بھی بنایا اور آپ مرکزِ عالم ہیں اس لئے یکتا و بے مثال و بے نظیر بھی ہوئے۔'' (ملفوظاتِ کشمیری، ص،۲۱۳)

(۶۰) ''حضرت نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام اول الخلق ہیں آپ کے علاوہ تمام مخلوقات سب آپ کے بعد پیدا ہوئی۔ لہٰذا عرش، لوح، قلم، وغیرہ بھی بعد کو ہیں۔'' (ملفوظاتِ محدث کشمیری، ص،۲۰۲)

(۶۱) ''حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکاتیب شریفہ میں سرور دو عالم نبی الانبیاء کی ذات والاصفات محبوب رب العٰلمین۔ حقیقۃ الحقائق افضل الخلائق۔ نور الانوار، روح الارواح منبع البرکات ومجمع الکمالات کی شان میں جلوہ گر ملے گی۔ اس سے بھی یہی مستفاد ہوا کہ اللــــہ نور السمٰوات والارض کے نورِ عظیم کا ظل و پرَ آنحضرت ﷺ کا نور معظم ہے جس سے تمام عالم و عالمیان نے اکتساب نور کیا اور نور ایمان تو روح الانوار و مدار بقاء عالم ہے۔'' (انوار الباری جلد۳، ص۶۴) صاحبِ انوار الباری اپنے سسر کے زبان سے شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ کے ارشادات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۶۲) ''فرمایا کہ (بقاو وجود کا) مادہ ساری مخلوق کی طرف ذات محمدی سے نور کے ڈوروں میں چلا ہے کہ نور محمدی سے نکل کر انبیاء ملائکہ اور دیگر مخلوقات تک جا پہنچا ہے اور اہل کشف کو اس استفاضہ نور سے عجائب وغرائب کا مشاہدہ ہوتا ہے حق تعالیٰ نے نور ایمان بلکہ ہر نعمت کے نور کو نور محمدی کے ساتھ وابستہ کیا ہے جہاں یہ تعلق عیاذاباللہ قطع ہوا، فوراً ہی نور ایمان سلب ہوا۔ سامعین میں سے ایک بدنصیب شکی مزاج نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے صرف ایمان کی رہبری ہوئی ہے کہ حق کا راستہ دکھا دیا، باقی رہا ایمان سو وہ اللہ کی طرف سے ہے (ذات محمدی کو اس سے کوئی تعلق نہیں) شیخ موصوف نے فرمایا، اچھا اس تعلق کو جو تمہارے نور ایمان اور نور محمدی میں قائم ہے اگر ہم قطع کردیں اور محض راستہ دکھانا جو تم کہہ رہے ہو باقی رہنے دیں تو کیا تم اس پر راضی ہو؟ اس نے کہا ہاں! میں اس پر راضی ہوں، ابھی بات ختم نہ کرنے پایا تھا کہ صلیب کو سجدہ کیا اور اللہ و رسول کا انکار کیا اور اسی پر دم نکل گیا۔ اس ارشاد کی روشنی میں معلوم ہوا کہ قلوب

مومنین میں ایمانوں کی مثال چراغوں کی ہے، جو سب چراغ رسالت سے روشن و مستفید ہیں یا اس طرح سمجھو کہ ہر قلب مومن میں نور نبوت کا ایک ایک روحانی برقی قمقمہ روشن ہے جس کے تار حقیقۃ الحقائق نبی الانبیاء نور الانوار علیہ ﷺ کے نور معظم سے وابستہ ہیں اور تمام روحانی انوار و کمالات کا فیضان اسی مرکز انوار سے ہو رہا ہے اگر اس کنکشن یا تعلق میں کسی طرح کی کمی یا خرابی رونما ہوگی تو وہ بڑی محرومی و خسران کا موجب ہوگی۔'' (انوار الباری، جلد۳، ص۶۵۔ انوار الباری، جلد، ۵، ص، ۳۶)

(۶۳) ''ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس عالمِ وجود و کون کی ابتداء پیدائش نورِ محمدی سے ہوئی تھی، لہٰذا وہی اول الخلق اور افضل الخلق بھی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا اسم گرامی پیدائش عالم سے بیس لاکھ سال قبل لکھا ہوا تھا۔'' (انوار الباری، جلد۱۷، ص۵۱)

دیوبندی شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا عقیدہ نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ:

(۶۴) ''حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہیں یہی معنی **لولاک لما خلقت الافلاک، اول ما خلق اللہ نوری** اور **انا نبی الانبیاء** وغیرہ کے ہیں اس احسان وانعام عام میں جملہ عالم شریک ہے۔'' (الشہاب ثاقب، ص۲۲۶)

(جاری ہے)

معزز قارئین!

آپ نے رسالہ پڑھا ۔۔۔۔ کیسا لگا؟ ۔۔۔۔ کیا نہیں ہے جو پڑھنا چاہتے ہیں ۔۔۔۔ یا آپ لکھنا چاہتے ہیں لیکن آپ گھبراتے ہیں ۔۔۔۔ تو قلم اٹھائیے ۔۔۔۔ خط لکھیں یا فون کریں ۔۔۔۔ اپنی رائے کا اظہار کریں ۔۔۔۔ اور ہمیں اپنی بہترین مشوروں سے ہمیں نوازیں۔

ادارہ: **0314-5769494**

یادِ رفتگاں

ابوالھمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی

(خطیب دوراں محقق زماں حضرت مولانا مفتی محمد بزرگ جمہیر فاروقی مجددی اتلوی قدس سرہ) ۔

ولی کامل محقق زماں خطیبِ دوراں امامِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا سیدنا مفتی محمد بزرگ جمہیر فاروقی مجددی اتلوی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولانا حق رسان فاروقی بن سید احمد فاروقی بن خواجہ حافظ محمد جی فاروقی بن خواجہ محمد گل فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر علاقہ گدون ضلع صوابی بمقام اتلہ ۱۳۲۵ھ کو پیدا ہوئے۔ آپکا سلسلہ نسب بواسطہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے امیر المؤمنین دعائے رحمۃ اللعالمین ﷺ خلیفہ دوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپکے آباواجداد میں سارے اولیاء اللہ گزرے ہیں جو ظاہری و باطنی علوم سے مالامال تھے اور شریعت وطریقت کے امام گزرے ہیں۔

خاندانی پس منظر خواجہ محمد جی فاروقی اتلوی رحمۃ اللہ علیہ: غوث الزماں سیّد الاصفیاء حجۃ الاولیاء حضرت خواجہ محمد جی فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بن قطب الاقطاب حضرت محمد گل فاروقی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ آمازئی بمقام ڈوگہ شریف پیدا ہوئے۔ آپکے والد ماجد صاحب شریعت اور طریقت اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جب ہر سال اتلہ کی آبادی قدرتی آفات کی نذر ہو جاتی تو اتلہ گاؤں کا جرگہ آپ کی خدمت خاضر ہو کر دعا کے کیلئے عرض کی اور نئے سرے سے اتلہ کی بنیاد رکھنے کی استدعا کی۔ آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاولیاء احمد جی فاروقی (عرف میرات باباجی) کو انکے ساتھ روانہ فرمایا تا کہ وہ اتلہ کی بنیاد رکھیں۔ احمد جی باباجی اتلہ تشریف فرما ہوئے اور نئے سرے سے اتلہ کی بنیاد رکھ کر اسکی سلامتی کیلئے دعا فرمائی۔ اور فرمایا کہ میرے بھائی محمد جی فاروقی جو صاحب ولائت بزرگ ہیں اگر انکا قیام یہاں رہا تو یہ گاؤں بہت سے برکات سے مالامال رہے گا۔ اس لئے احمد باباجی کو مؤسس اتلہ کہا جاتا ہے۔ محمد جی باباجی نے ابتدائی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ اپنے والد ماجد سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے۔ اپنے ہاتھوں سے قرآن مجید تحریر فرماتے۔ آپ مستجاب الدعوات اور سیف اللسان تھے۔ آپ صاحب کرامت اور صاحب دل اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ ہر لمحہ یادالٰہی میں مصروف رہتے۔ جانوروں کی بولی سمجھتے

۔ آپ اپنے بھائی احمد جی باباجی اور اپنے صاحبزادے سید محمود فاروقی باباجی کے بے حد اصرار پر ڈوگہ شریف سے اتلہ تشریف لائے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی اور تا حیات اتلہ میں قیام پذیر رہے۔ اتلہ میں آپ نے وصال فرمایا اور اپنے بھائی کی پہلو میں آرام فرما ہوئے۔ آپکا مزار مبارک آج بھی ہر خاص و عام کی زیارت گاہ ہے اور زائرین روحانی فیض پاتے رہتے ہیں۔ آپ کے تین صاحب زادے تھے (۱) حضرت مولانا سید احمد فاروقی (۲) حضرت مولانا عبدالحمید باباجی (۳) حضرت مولانا عارف باللہ سید محمود فاروقی۔

﴿۱﴾ حضرت مولانا سید احمد فاروقی (عرف مشر باباجی):

آپ صاحب شریعت اور صاحب طریقت بزرگ تھے۔ اپنے ظاہری و باطنی علوم اپنے والد ماجد اور اپنے چچا احمد جی باباجی سے حاصل کیں۔ آپ چڑوائی علاقہ آمازئی کے لوگوں کو دینی علوم سے منور فرماتے رہے مگر جب حضرتِ مولانا غریب اللہ ترک باباجی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف العمر ہو گئے تو آپ نے سید احمد فاروقی کو طلب فرما کر اپنے منصب قضاء اور جامع مسجد اتلہ انکے حوالے کی۔ آپ انتہائی پرہیز گار، خاکسار، ملنسار، صاحب تقویٰ، شریعت کے پابند، طریقت کے امام تھے۔ آپ کے تین صاحب زادے تھے۔ (۱) ولی کامل حضرت محمد اسحاق فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت مولانا حق رسان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے عالم دین اور صاحب طریقت بزرگ تھے آپکے صاحبزادے خطیب دوران مفتی زماں علاّمہ مولانا بزرگ جمہر فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں یہ زیرِ نظر تذکرہ آپ ہی کا ہے۔ (۳) قطب زماں حضرت گل قادری المکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ذکر خیر تواریخ کے کتب میں ملتا ہے بڑے صاحب کرامت بزرگ اور بغداد شریف میں اولاد غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادری میں مجاز تھے بیداری میں زیارت رسول ﷺ سے مشرفِ ہوئے آپ ﷺ نے دلائل الخیرات کی اجازت عطا فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں شامی محلہ میں رہائش پزیر تھے۔ مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے اور جنت المعلیٰ میں آرام فرما ہوئے۔

﴿۳﴾ حضر[illegible] ولا[illegible] الحمید فاروقی باباجی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف کوپڑئی باباجی):

ظاہری و باطنی علوم سے مالامال تھے۔ کوپڑئی علاقہ آمازئی میں رہائش رکھتے تھے وہاں لوگوں کی ظاہری و باطنی اصلاح فرماتے رہے۔ انہیں کسی کے ساتھ بھی بے انصافی دیکھتے تو برداشت نہیں کر سکتے

تھے۔ علاقہ کے چند سر کردہ اور سرغنہ نام نہاد سرداروں نے جب بے آسرا غریبوں پر عرصہ حیات تنگ کیا تو آپ نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور غریبوں اور بے کسوں کے حقوق کیلئے ڈٹے رہے اسی لئے شرپسندوں نے آپکو راستے سے ہٹانے کیلئے آپ پر کئی بار قاتلانہ حملے کئے بالآخر آپکو اتلہ کے مضافات سکھر کے مقام پر نماز مغرب ادا کرتے ہوئے دوسرے رکعت کے عین سجدہ کی خالت میں شہید کردیا۔ آپکے تین صاحب زادے تھے۔ (۱) حافظ محمد حبیب الرحمٰن فاروقی قدس سرہ (۲) محمد اکبر فاروقی قدس سرہ (۳) حضرت مولانا فیض رسان فاروقی رحمۃ اللہ علیہ استاد العلماء حضرت مولانا عبداللہ مردانوی قدس سرہ آپ کے صاحبزادے تھے۔

﴿۲﴾ ابوالوقت سید الاصفیاء حجۃ الاولیاء سید محمود فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف کشر باباجی):

آپ وہبی ولی اللہ تھے بچپن سے ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ آپنے والد ماجد اور چچا سے باطنی وظاہری علوم حاصل کیں۔ شریعت کے انتہائی پابند مکروہات سے بچنا اور اور مستحبات پر عمل کرنا معمول تھا۔ چہرہ مبارک پر ہر وقت پردہ رہتا تھا۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین مجددی کیان شریف (کشمیر) سے بیعت اور چاروں سلاسل میں مجاز خلیفہ تھے۔ آپ اکثر اوقات اتلہ مہابن سے متصل رتن کاٹ کے جنگل اور سڑہ بیڑئی کے غاروں میں گزارتے اور وہاں ذکر الٰہی مجاہدات وریاضات میں مصروف رہتے۔ جنگلی جانور شیر چیتا آپکے تابع اور خدمت گزار تھے۔ آپ ہر کسی کو صبر اور نماز کی تلقین فرماتے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ آپکے بے شمار کرامات ہیں۔ دور دراز سے لوگ فیض لینے آتے اور اپنی مشکلیں بیان فرماتے آپ ان کے لیے دعا فرماتے اور انکے مسائل حل ہوتے۔ آپکی بزرگی وکرامات کو اکثر لوگ بیان کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے اتلہ میں وصال فرمایا اور اپنے چچا احمد جی باباجی اور والد ماجد محمد جی باباجی کے پہلوؤں میں مغرب کی جانب آرام فرما ہوئے۔ علاقہ کے اکثر لوگ اپنی مشکلوں میں آپ کے مزار پر خاضر ہوکر آپکے وسیلے سے دعا فرماتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔ آپکے تین صاحب زادے تھے۔ (۱) حضرت عارف اللہ فاروقی باباجی رحمۃ اللہ علیہ آپ ٹوپی میں رہائش پزیر تھے اور آپ کا ایک بیٹا محمد عارف فاروقی رحمۃ للہ علیہ ہندوستان گئے اور وہیں رہائش پزیر ہوئے دوسرا بیٹا بحرالسان فاروقی ٹوپی میں رہائش پزیر ہے۔ (۲) دوسرا صاحبزادہ محمد یونس فاروقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تقویٰ بزرگ آپ نے اتلہ گاؤں کیلئے جنازگاہ، اور مدرسہ کیلئے کافی اراضی وقف کیں

اور ہر وقت درود شریف اور ذکر الٰہی معمول تھا۔ ولی کامل حضرت گل الملکی باباجی مبارک نے دلائل الخیرات کی اجازت عطا فرمائی۔ نہایت مہمان نواز، ملنسار، اور دینی کاموں میں سبقت لے جانے والے تھے۔ آپکا پوتا مفتی غیاث احمد فاروقی مدظلہ العالی بن محمد فاروق فاروقی بن محمد یونس فاروقی، جامعہ مجددیہ رضویہ کے سرپرست اعلیٰ ہیں عقائد حقہ کے ترجمان اور اپنے آبا و اجداد کے رنگ میں رنگے ہیں۔ (۳) تیسرا صاحبزادہ چیئرمین محمد ابراہیم فاروقی مجددی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو پیر نظیر احمد موہڑوی باباجی کے سردار خلیفہ صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ ضلع صوابی کے اعلیٰ سیاسی وسماجی شخصیات میں انکا شمار ہوتا ہے۔ ﴿محمد افتخار فاروقی مجددی ایوبی سرہندی اتلوی مدظلہ العالی کی تصنیف ''فیضان دعائے مصطفیٰ ﷺ'' میں اسی مجددی خاندان کے علماء کبار اور اولیاء اخیار کا تذکرہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ تک تفصیل سے موجود ہے۔ اللہ عزّ وجل مصنف کے عمر، علم، جان، مال اور اولاد میں برکت فرمائے آمین۔﴾

خطیب دوراں محققِ زماں حضرت مولانا مفتی محمد بزرگ جمہیر فاروقی مجددی اتلوی قدس سرہ

فاروقی نسبت کی وجہ سے حضرت خطیبِ دوراں کے دل میں بدعقیدہ عناصر کیلئے شدت موجود تھی۔ فاروقی خون آپ کے وجود میں اس طرح رواں تھا کہ آپ ہر وقت عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں مست اور گستاخانِ رسول ﷺ کیلئے وارِ بے نیام تھے۔ خطیب دوراں نے ابتدائی دینی علوم اپنے والد ماجد مولانا محمد حق رسان باباجی مبارک اور اپنے چچازاد حضرت علامہ عبدالحئی فاروقی شہید اور مفتی اعظم حضرت علامہ فضل رحمٰن قادری رحمھم اللہ سے پڑھیں۔ کچھ عرصہ جامعہ رحمانیہ ہری پور میں رہے۔ مختلف علوم وفنون کے حصول کیلئے ہندوستان جانے کا اردہ کیا اور اپنے والد ماجد سے ہندوستان جانے کی اجازت طلب کی والد مبارک نے اس شرط پر اجازت دی کہ وہاں وہابیت کے زیرِ اثر مدارس میں ہرگز نہ پڑھے۔ اسی وصیت کو دل پر نقش کرکے آپ روانہ ہوئے، دینی علوم کیلئے آپ نے علیگڑھ، دہلی، اجمیر شریف،، رامپور کا سفر کیا۔ سب سے پہلے آپ اجمیر شریف گئے اور خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ وہاں چند دن کے قیام کے بعد علی گڑھ تشریف لے گئے اور صحیح العقیدہ مدارس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت اہلسنت و جماعت کی ترجمانی خیر آباد، رامپور، بدایوں، قصور، اجمیر، بریلی روہیل کھنڈ اور علی گڑھ کے علماء کررہے تھے۔ کافی جستجو کے بعد جامعہ لطفیہ علی

گڑھ کا انتخاب کیا کیونکہ جامعہ لطفیہ علی گڑھ کے اساتذہ قدیم حنفی مذہب کے داعی تھے۔

استاد الکل حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی قدس سرہ:

جامعہ لطفیہ علی گڑھ کے بانی استاد کل مفتی لطف اللہ علی گڑھی تھے۔آپ وہابیوں اور غیر مقلدین کے رد میں پیش پیش رہے غیر مقلدین کے رد میں کئی رسالے تحریر کئے، اور ایسے کتب اور متعدد فتوؤں پر مہر تصدیق ثبت کی جو بدعقیدہ وہابیوں کے رد میں لکھے گئے تھے جیسا کہ براہینِ قاطعہ کے رد میں لکھی جانے والی مدلل کتاب ''انوارِ ساطعہ در بیان مولود فاتحہ'' پر استاد الکل کی تقریظ موجود ہے۔اس کے علاوہ آپ نے مولانا نزیر احمد خان رامپوری قدس سرہ کی کتاب ''السیف المسلول عن منکر علم غیب الرسول ﷺ'' پر تصدیق ثبت کی۔خواجہ رضی حیدر ''ضمیمہ استاد الکل'' کے ص ۶۸ پر لکھتے ہیں کہ آپ نے امام مجدد اعلیٰ حضرت کو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں امام مجدد اعلیٰ حضرت کو تحریر فرمایا'' آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس زمانہ پرفتن میں اسلام کے رکنِ اعظم ہیں''۔مہر منیر ص ۹۷ پر ہے کہ امام مجدد اعلیٰ حضرت آپ کے مدرسہ سے فارغ التحصیل علماء کو اپنے مدرسے میں مدرس رکھ دیتے۔آپ کے تلامذہ میں جن علماء نے شہرت حاصل کی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ، مولانا وصی احمد سورتی صاحب، مولانا عبدالحق دہلوی صاحب، مولانا عبداللہ ٹونکی صاحب، مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی صاحب۔مولانا امانت اللہ علی گڑھی صاحب، مولانا بشیر احمد علی گڑھی صاحب۔جامعہ لطفیہ علی گڑھ میں خطیبِ دوراں امام باباجی مبارک کے سر پر حضرت مفتی امانت اللہ بن استاد الکل کا دستِ شفقت تھا۔آپ فرماتے تھے کہ میرے استادِ مکرم مولانا امانت اللہ صاحب اور استادِ مکرم بشیر احمد صاحب علی گڑھی مجھ پر بے حد شفقت فرماتے تھے اور ان ہی حضرات سے سارے علوم کی تکمیل کی۔آپ مولانا امانت اللہ صاحب کے بہت بڑے معترف تھے فرماتے تھے کہ میرے استاد ریاضی کے علوم میں اتنے ماہر تھے کہ پورے ہندوستان میں آپ کا چرچا تھا۔دورانِ تعلیم مختلف علوم وفنون (صرف، نحو، معانی، بیان، بلاغت، بدیع، فقہ، اصول، فقہ، میراث، حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر، اصولِ تفسیر، منطق، فلسفہ، طب، جفر، نجوم، اعداد، توقیت، اور علم الحرف) پر کمال دسترس حاصل کی۔ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم سے بھی کافی لگاؤ تھا۔علوم باطنی کی تحصیل کیلئے اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت باباجی محمد قاسم مجددی موہڑوی شریف قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔باباجی محمد قاسم مجددی موہڑوی شریف قدس سرہ

کے وصال کے بعد حضرت صاحبزادہ پیر نظیر احمد موہڑوی قدس سرہ سے ارادت قائم کی اور باطنی علوم حاصل کئے ہروقت ریاضت، ذکرواذکار اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔خواجہ پیر نظیر احمد صاحب نے آپ کو چاروں سلاسل میں خلافت سے نوازا۔اپنے مرشد کے حکم سے منگلا ڈیم دری سٹلمنٹ میر پور کالونی آزاد کشمیر کے جامع مسجد میں خطیب رہے۔پھر جب بدعقیدہ عناصر نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز کردیں تو علماء اہلسنت کے اصرار پر راولپنڈی تشریف لائے اور جامع مسجد فضل حق صدر بازار میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔فتنہ قادیانی اور فتنہ وہابیت کے خلاف متحرک ہوئے اور شدت سے ان فتنوں کا رد کرتے رہے۔قیام راولپنڈی کے دوران آپ نے یہاں مولوی غلام خان صاحب اور اس کے معتقدین کا بھرپور رد کیا اور مناظرے کئے۔مولوی غلام خان اپنے شاگردوں کے ذریعے علمی سوالات بھیجتے رہے۔زیادہ تر سوالات حیات النبی ﷺ اور علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق ہوتے تھے۔آپ ان سوالات کے علمی دلائل سے جوابات دیتے رہے۔آپ نے خود مولوی غلام خان صاحب کو کئی بار مناظرے کی دعوت دی لیکن وہ ہر بار مناظرے سے فرار اختیار کرتے رہے۔امام باباجی مبارک فرماتے تھے کہ مسئلہ علم غیب پر جب یہ حضرات سوالات اور اشکالات پیش کرتے رہے اسی دوران مجھے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے دیدار سے نوازا اور مجھ پر نظر کرم فرمایا اور ان اشکالات کے جوابات عنایت فرمائے، احادیث کے کتب اور ان کے جلد اور صفحات کے بارے میں بھی فرمایا۔امام باباجی فرماتے ہیں کہ جب میں نے وہ کتب احادیث کے وہی جلد اور صفحات کھولے تو ان احادیث کو اسی طرح موجود پایا جس طرح نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مجھ سے فرمائے تھے۔باباجی مبارک فرماتے تھے کہ علم غیبِ مصطفیٰ ﷺ کا انکار ہی نفاق کی نشانی ہے۔امام باباجی مبارک فرماتے تھے کہ غیب پر ایمان لانا ہی نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب ماننے کی دلیل ہے۔حضور ﷺ نے جو بھی فرمایا اور ان پر ہم ایمان لائے وہ غیب ہی تو ہیں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا، رسولوں پر ایمان لانا مگر انہیں بھی کسی نے نہیں دیکھا، فرشتوں پر ایمان لانا حالانکہ ان ملائکہ کو بھی کوئی دیکھ نہیں سکتا، جنت، دوزخ، برزخ، قبر اور یوم آخرت کے بارے میں فرمایا جو سب غیب سے ہیں۔ان پر یقین اسی لئے ہے کہ ان کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا اور جب ہمیں حضور ﷺ کے فرمان پر یقین ہی نہیں اور آپ ﷺ کے علم پر ایمان ہی کامل نہیں تو ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں۔قرآن پاک وحی کے ذریعے نازل ہوا اور اس وحی

کا نزول بھی غیب سے ہے جب علم غیب ہی کا انکار کیا جائے تو قرآن پر ایمان کیسے کامل ہو سکتا ہے؟ امام باباجی مبارک فرماتے تھے کہ منافقین بھی حضور ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرتے رہتے تھے اور ان پر اشکالات قائم کرتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو غیب کے وہ علوم عطا فرمائے ہیں جن کا نہ کوئی انسان احاطہ کر سکتا ہے اور نہ اس کیلئے کوئی حد مقرر کر سکتا ہے۔ فرماتے کہ امتی ہو کر ہمیں یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ ہم حضور ﷺ کے علوم کے بارے میں کہیں کہ حضور ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں کیونکہ یہ حضور ﷺ کی بے ادبی ہے۔ فرماتے تھے کہ حضور کو عطائی علم غیب حاصل تھا اور یہ آپ ﷺ پر اللہ عزوجل کا فضل عظیم تھا۔ فرماتے تھے کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ حضور ﷺ کے علم کو اللہ عزوجل کے علم کے برابر سمجھے، کل علم غیب کے بارے میں فرماتے تھے کہ کل علم غیب سے مراد کائنات کا کل مراد ہے نہ کہ اللہ عزوجل کا کل کیونکہ اللہ عزوجل کا علم کائنات تک محدود نہیں اور جو کوئی اللہ عزوجل کے علم کو کائنات تک محدود سمجھے وہ خود شرک میں گرفتار ہے۔ کیونکہ کائنات فانی ہے اور جب یہ کائنات نہیں تھا تو بھی اللہ عزوجل کا علم وقدرت قائم تھا اور جب کائنات فنا ہو جائے اور قیامت قائم ہو گی تو تب بھی اللہ عزوجل کا علم وقدرت قائم ہوگا۔ اسی طرح باباجی مبارک حاضر ناظر کے بارے میں فرماتے تھے اللہ عزوجل کو تاویل کے بغیر حاضر و ناظر جاننا بھی جائز نہیں ۔ کیونکہ حاضر ناظر ماننے کیلئے جسم کا ماننا ضروری ہے اور اللہ عزوجل جسم سے پاک ہے، فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل اپنے علم وقدرت کے لحاظ سے حاضر و ناظر ہے۔ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے سے کیسے شرک لازم آتا ہے جب کہ یہ صفت اللہ عزوجل کیلئے بغیر تاویل کے جائز ہی نہیں؟ امام باباجی مبارک فرماتے تھے کہ ان عقلی دلائل سے ہٹ کے قرآن و حدیث میں علمِ غیبِ مصطفیٰ ﷺ پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ امام باباجی مبارک نے فقیر فاروقی سے فرمایا کہ اب چونکہ صحت اجازت نہیں دیتی اور ضعف بڑھ گیا ہے اسی لئے اس موضوع پر تالیف مکمل نہیں کر سکتا اسی لئے تم اس موضوع پر ایک کتاب لکھو جو میری تالیف ''دعوۃ الحق'' کا تکملہ ہو جس میں اثباتِ علم غیب پر دلائل ہوں مگر کتاب کا نام ایسا رکھنا کہ دیوبندی حضرات بھی پڑھیں۔ باباجی مبارک کے فرمان پر فقیر فاروقی نے یہ تالیف شروع کی جس میں علم غیب پر دیوبندی حضرات کے اشکالات کے جوابات اکابرِ دیوبند کے ہی کتب سے دیئے گئے ہیں جو ایک ہزار دلائل پر مشتمل ہے جس کا نام ہے ''مسئلہ علم غیب اور اکابرِ دیوبند'' باباجی مبارک فقیر فاروقی پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔

قیامِ راولپنڈی آپ باقاعدہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں شرکت فرماتے میلاد النبی ﷺ کے جلسوں سے خطاب فرماتے۔ آپ کو خطابت وتقریر پر کمال کا ملکہ حاصل تھا یہی وجہ تھی کہ آپ خطیبِ دوراں کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ آپ انفرادی طور پر میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اہتمام کر کے خیرات وصدقات فرماتے۔ آپ نے اپنی تالیف ''دعوۃ الحق'' میں میلاد النبی ﷺ کے نام پر باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے۔ آپ کی تعلیمات کا محور عشق مصطفیٰ ﷺ ہی تھا اور یہی آپ کی زندگی کا مقصد تھا اور عشق مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم پر زور دیتے رہتے اور اسی عشق کی بنیاد پر مخالفین سے ہمیشہ عداوت رکھتے۔ راولپنڈی میں طویل عرصہ دین کی خدمت کی اس کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں اتلہ تشریف لائے، اور جامع مسجد اتلہ میں خطیب رہے۔ اتلہ میں شروع ہی سے تمام لوگ صحیح العقیدہ سنی تھے مگر چونکہ آس پاس کے علاقوں پر مماتی وہابی عقیدے کا پرچار زیادہ ہونے لگا تھا تو اتلہ گاؤں کے لوگ بھی اس فتنہ سے متاثر ہونے لگے۔ آپ نے اس فتنے کی روک تھام کیلئے جدوجہد فرمائی اور تقریر وتحریر کے ذریعے علمی دلائل سے ان کا رد کیا۔ آپ نے مماتی اور غیر مقلدین کے پیچھے نماز ادا کرنے کو علمی دلائل سے ممنوع اور حرام قرار دیا۔ آپ کی حیات میں پنج پیری اور وہابی ہونا پورے گاؤں میں گالی سمجھی جاتی تھی۔ عقائد ومسائل میں آپ اثباتِ علم غیب وحاضر ناظر، ندائے یارسول اللہ ﷺ بطورِ استغاثہ کے اثبات، وسیلہ وشفاعت کے اثبات، صلوٰۃ وسلام ونعت خوانی، عید میلاد النبی ﷺ، دعا وذکر بالجہر بعد از فرائض وسنن و وقتِ تدفین برقبر، تلقین برقبر، چہل قدم للمیت قبل از جنازہ، حیلہ دوراسقاط، دعا بعد جنازہ، تیجہ، سوم، قل، چالیسواں، برسی، نذر ونیاز، مزارات اولیاء واقرباء کی زیارت، عرس، گیارہویں شریف کے نہ صرف قائل تھے بلکہ شدت سے داعی تھے۔ اور اکثر یہی عقائد ومسائل آپ کے خطبات کا موضوع ہوا کرتیں۔ یہی وجہ تھی کہ معتقدین کے کافی اصرار پر انہی مسائل پر ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی مگر حاسدین نے اسے چرا کر گمنامی کی راہ دکھائی بعد میں آپ نے اسی تصنیف کی تلخیص کر کے دوسری کتاب بنام ''دعوۃ الحق من ینبع الحق'' تحریر فرما کر مذکورہ مسائل پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات قرآن وحدیث، فقہ حنفی کی روشنی میں سلف وصالحین کے کتب معتبرہ سے دیئے۔ بعض اعتراضات کے جوابات مخالفین کے ہی اکابر کے کتب سے دیئے جیسا کہ اس کتاب جابجا اشرفعلی تھانوی کے کتب کے حوالے دیئے آپ فرماتے تھے کہ میں چودھویں صدی کے کتب کو ترجیح نہیں دیتا اور نہ ان کے حوالوں سے دلیل کو مستحکم مانتا ہوں مگر تھانوی صاحب کے حوالے اسی لئے دیئے تا کہ

مخالفین پر ان کے اکابر کے کتب سے دلائل حجت قائم ہوں۔ کیونکہ یہی مخالفین جن مسائل کو بدعت وشرک سمجھتے ہیں وہی مسائل ان کے اکابر عین ایمان سمجھتے ہیں۔ مخالفین چونکہ قرآن وحدیث میں تاویل کرتے ہیں اور اپنے اکابر کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ان میں اکابر پرستی کا رجحان بہت زیادہ ہے تو ضروری تھا کہ ان کے اکابر کے کتب سے دلائل دیئے جائیں۔ آپ کی تصنیف جب شایع ہوئی ان میں کچھ کتابت کی غلطیاں تھیں اور کچھ غلطیاں کاتب کی طرف سے ہوئی تھیں۔ کتاب کی اشاعت کے بعد جب امام باباجی مبارک نے کتاب کو پڑھا تو کافی غلطیاں نکالی اور اسی کتاب پر نوٹ کیں اور تصحیح فرمائی جس کتاب پر تصحیح فرمائی وہ مجھے (فقیر فاروقی) عنایت فرمائی اور ساتھ چند فتوے بھی عنایت فرمائے جو مخالفین کے رد میں لکھے گئے تھے اور فرمایا کہ اسے دوبارہ شایع کردوں اور جو غلطیاں ہوئی تھیں اس کی نشان دہی فرمائی اور فرمایا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جائے۔ فقیر فاروقی کے پاس وہ کتاب اور فتوے موجود ہیں فقیر فاروقی ان فتاویٰ اور کتاب کو یکجا کر کے شایع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ نے جامع مسجد اتلہ میں درس قرآن شروع کیا جس میں کافی لوگ شریک ہوتے۔ آپ کا یہ درس قرآن انہی مسائل کا انسائیکلو پیڈیا ہے جو ایک سو پچاس سے زائد آڈیو کیسٹوں پر مشتمل ہے۔ یہ آڈیو کیسٹیں آپ کے شاگرد اور سگے بھانجے ڈاکٹر محمد عقیل فاروقی صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔ خطیب دوراں نے لفظ بریلوی کے بارے میں ایک استفسار پر فرمایا کہ سرحد میں پہلے لفظ بریلوی سید احمد رائے بریلوی کے معتقدین کے لئے استعمال ہوتا تھا، اور سندھ وپنجاب میں صحیح العقیدہ سنی حضرات کیلئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ سرحد میں چونکہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے عقائد کو علماءِ اہلسنت نے رد کیا اور ان کے خلاف کتابیں لکھی گئیں تو مخالفین نے اس لفظ کو سنی علماء کیلئے استعمال کرنا شروع کیا۔ فرمایا کہ بریلوی کوئی مذہب ومسلک نہیں بلکہ مخالفین کا دیا ہوا نام ہے۔ فرمایا سرحد میں چونکہ لوگ سید احمد بریلوی سے متنفر تھے اسی لئے سید احمد کی وجہ سے لوگ اس لفظ سے نفرت کرنے لگے تھے۔ مگر چونکہ اب لوگ اس لفظ کو امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان قادری قدس سرہ کی طرف نسبت کرتے ہیں تو اب یہ لفظ قابل نفرت نہیں بلکہ صحیح العقیدہ سنی حنفی کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت سے نسبت رکھنے والوں کو قادری مکتبہ فکر والے کہتے تھے اور فرمایا کہ موجودہ بریلوی جن کو امام مجدد اعلیٰ حضرت کی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے یہی قادری مکتبہ فکر ہی حقیقت میں اہلسنت وجماعت حنفی مسلک کے ترجمان ہیں۔ اور یہی لوگ سلف وصالحین کے عقائد اور سنتوں کی

پاسداری کرتے ہیں۔ امام باباجی مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ان قادری علماء کی اسی شدت سے ہی موجودہ فتنوں کا ادراک ممکن ہے۔ فرماتے تھے کہ اسی پرفتن دور میں انہی علماء کے زیر اثر مدارس اور محفلوں کی صحبت ہی بدعقیدگی سے بچاسکتی ہے۔ قادری مکتبہ فکر (امام احمد رضا خان قادری کا حلقہ اثر مراد ہے) کے علاوہ مدارس سے پڑھنے کی حق میں نہ تھے یہی وجہ تھی کہ اپنے صاحبزادے مولانا محمد ارشاد فاروقی کو خود پڑھاتے رہے اور بعد میں مولانا محمد صدیق نقشبندی ہزاروی (حالو، غازی، خطیب جامع مسجد غوثیہ رائٹ بنک واپڈا کالونی) سے پڑھانے کی اجازت دے دی۔ مفتی غیاث احمد فاروقی نے جب ایف ایس سی میں اعلیٰ نمبرات حاصل کئے تو فرمایا انہیں قادری مکتبہ فکر میں داخلہ دلوا کر دینی علوم سے آراستہ کرو۔ آپکے ہی حکم پر انہیں فیضان مدینہ کراچی میں داخل کرادیا گیا۔ اعلیٰ حضرت امام مجدد الشاہ احمد رضا خان قادری علیہ رحمۃ الرحمان کا ذکر کرتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آجاتے اور فرماتے کہ امام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو کئی علوم کے ساتھ ساتھ عشق مصطفیٰ ﷺ میں منفرد اور اعلیٰ مقام حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ اب بریلوی ہونا عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں مستی کا دوسرا نام ہے۔ امام باباجی مبارک نے جب "حسام الحرمین" کا مطالعہ فرمایا تو علماءِ دیوبند کے اصل کتب منگوائے حضرت علامہ محمد اشفاق فاروقی نے اصل کتابیں لاکر آپ کو دکھادیں تو فرمایا کہ اگر ان دیوبندی حضرات کے بارے میں انتہائی اعتدال سے نہایت ہی نرم فتویٰ دوں تو یہی کہوں گا کہ یہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے پیروکار بلکہ اس سے بھی منافقت میں بڑھ کر ہیں مگر حق وہی ہے جو حسام الحرمین میں مذکور ہے۔ حسام الحرمین پڑھنے کے بعد آپ دیوبندیوں کے صحبت سے بچنے کی نصیحت فرماتے۔ اسی طرح مروجہ تبلیغی جماعت کے ساتھ سفر کرنے کو پسند نہ فرماتے بلکہ ان سے دور رہنے کی تاکید فرماتے رہتے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام مجدد قدس سرہ کے الدولۃ المکیہ اور فتاویٰ رضویہ کے بڑے مداح تھے فرمایا کرتے کہ یہی وہ کتب ہیں جن میں سلف وصالحین کے عقائد ترجمانی کی گئی ہے۔ ترجمہ: کنزلایمان اور تفسیرِ نعیمی پڑھنے کی نصیحت فرماتے۔ فرماتے تھے کہ آج کل بہت سے تراجم موجود ہیں مگر ان میں نہ تو اللہ عزوجل کے شان کا لحاظ رکھا گیا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کے ادب کا لحاظ رکھا گیا ہے، اگر کسی ترجمے میں اس ادب کا لحاظ رکھا گیا ہے تو وہ کنزالایمان اور تفسیر نعیمی ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا احمد یار خان نعیمی قدس سرہ کے "جاء الحق" کے بارے میں فرماتے کہ سب کو چاہئے کہ اس کا مطالعہ کیا کریں کیونکہ یہی کتاب سلف وصالحین واولیاء اللہ کے عقائد کی ترجمانی

کرتا ہے، اور اسی کے پڑھنے سے بدعقیدہ فتنوں سے بچا جا سکتا ہے۔ علماء کرام میں پیر مہر علی شاہ قدس سرہ گولڑہ شریف سے کافی متاثر تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ شیخ القرآن مفتی عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ اور مفتی محمد عمر اچھروی قدس سرہ کے مناظرانہ صلاحیتوں کی تعریف فرماتے اور اکثر ان حضرات کے مناظروں کے دلچسپ واقعات بیان فرماتے۔ اور ان علمائے اہلسنت کا تذکرہ کرتے وقت چہرہ مبارک پر خوشی نمایاں ہوتی۔ اس کے برعکس نہ کبھی آپ نے کسی دیوبندی عالم کی تعریف فرمائی اور نہ ان کی تعریف پسند فرماتے۔ یہی وجہ تھی لوگ آپ کو بریلوی کہتے مگر آپ خود کو اہلسنت کی طرف منسوب کرتے۔ فقیر فاروقی کو اکثر وصیت فرماتے کہ دیوبندیوں کی صحبت سے دور رہا کرو کیونکہ ان کے قریب رہنے سے ادب جاتا رہے گا، اور امام اعلیٰ حضرت کے غلاموں سے نسبت رکھا کرو کیونکہ ان کے قریب رہنے سے دل میں عشق مصطفیٰ ﷺ اور اولیاء اللہ سے محبت بڑھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ فقیر فاروقی کو اگر امام مجدد اعلیٰ حضرت اور ان کے چاہنے والوں سے محبت ہے تو یہ صرف امام باباجی مبارک ہی کا فیضان ہے۔ فقیر فاروقی نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ اکثر سفر میں رہتا ہوں تو اگر سنی بریلوی عقائد والے امام نہ ہو تو دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں فرمایا کہ سفر میں جمعہ کی نماز واجب ہے اور ظہر کی نماز فرض ہے تو واجب کیلئے فرض نماز مت چھوڑنا، اور دیوبندی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی وہابی دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ جب آپ کراچی بہار کالونی میں اپنے صاحبزادے محمد شہاب فاروقی صاحب کے پاس رہائش پزیر تھے تو جمعہ کی نماز کیلئے یا تو گلزارِ مدینہ بہار کالونی جاتے وہاں کے خطیب محمد شفیق نوری صاحب آپ کو موجود پاتے تو آپ کو خطبہ فرمانے کی درخواست کرتے تو آپ خطاب فرماتے اور پھر امامت بھی فرماتے اور بعد نمازِ جمعہ قیام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔ یا پھر آپ جمعے کی نماز کیلئے باوجود ضعف وعلالت کے حضرت مناظرِ اہلسنت مفتی غلام دستگیر افغانی دامت برکاتہم عالیہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی کے مسجد حنفیہ کھارادر تشریف لے جاتے وہاں جمعے کا خطبہ دیتے اور نماز پڑھاتے اور بعد نمازِ جمعہ کھڑے ہو کر بچشم نم سرکارِ دو عالم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرتے امام شاہ احمد نورانی صاحب آپ کی بہت عزت فرماتے اور آپ کے عالمانہ صلاحیتوں سے بہت متاثر تھے اسی وجہ سے شاہ احمد نورانی صاحب نے آپ کو ''بقیۃ السلف'' کا خطاب دیا تھا، اور تاحیات آپ دونوں کے دوستانہ مراسم رہے۔ فیضانِ مدینہ کراچی میں

مدرسۃ المدینہ کی طرف آپ کو شیخ الحدیث کے فرائض انجام دینے کی پیش کش ہوئی تاکہ وہاں کے طلباء کو حدیث شریف کا درس دیں مگر آپ نے فرمایا کہ ضعف وعلالت کی وجہ سے میں اسے جاری نہیں رکھ سکتا۔ امام باباجی مبارک سختی کیساتھ عقائد اہلسنت کی تائید فرماتے اور اس کی ترویج اولین ترجیح ہوتی۔ جب دارالعلوم بنوریہ ٹاؤن کراچی اور دارلعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے ذکر بالجہر اور حیلہ اسقاط اور میت کے جنازے پر چہل قدم کے بدعت ہونے کا فتویٰ آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے کتب معتبرہ سے دلائل دے کر اس فتوے کا رد بلیغ لکھ کر جواز میں جامع فتویٰ تحریر فرمایا جو اس وقت شایع بھی ہوا اور اتلہ کے جامع مسجد میں لگایا گیا۔ فقیر فاروقی کے پاس وہ فتویٰ بھی محفوظ ہیں۔ آپ کے فیضانِ نظر سے آج بھی جامع مسجد اتلہ میں بعد نماز فرض وبعد نماز جمعہ وعیدین، اور رمضان المبارک میں تراویح کے ہر چار رکعت بعد ذکر بالجہر کیا جاتا ہے اور جمعے کی رات کو بعد نماز عشاء کے بعد سورہ ملک کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اور یونہی میت کے فائدے کیلئے حیلہ دور اسقاط، چہل قدم قبل نمازِ جنازہ، اور میت کے دفناتے وقت ذکر بالجہر آپ ہی کی وجہ سے جاری وساری ہے اور انشاء اللہ آپ کا یہ فیضان جاری رہے گا۔ یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کی ظاہری زندگی میں ہر بدعقیدہ مولوی آپ کا سامنا کرنے سے ڈرتا تھا حتیٰ کہ مخالفین بھی آپ کے سامنے انہی مسائل کے جواز پر گفتگو کرتے اور کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ان مسائل کو بدعت یا شرک کہے۔ خطیب دوراں قدیم حنفی مسلک کے شدت سے داعی تھے۔ ۱۹۵۲ء میں پہلا حج ادا فرمایا اور وہاں اپنے چچا ولی کامل حضرت محمد گل فاروقی قادری باباجی مبارک قدس سرہ سے ملاقات فرمائی جو مکہ مکرمہ کے شامی محلہ میں باب الشامی کے قریب قیام پزیر تھے۔ جس نے وہابیت کے مظالم سہے اور قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا جو تاریخ عرب میں مذکور ہیں۔ ولی کامل نے آپ کو خلافت واجازت سے نوازا اور آپ کو فتنہ وہابیت کے رد کرنے کی تاکید فرمائی۔ ۱۹۷۲ء میں دوسرا حج ادا کیا اور سرور دو عالم ﷺ کے قدموں میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔ اور وہاں سے اپنے ساتھ قبر انور مبارک کی خوشبودار مٹی لے کر آئے۔

آپ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا محمد عبداللہ فاروقی قادری مردانوی خلیفہ محدث اعظم پاکستان سردار احمد خان لائلپوری اور مناظرِ اہلسنت مفتی غلام دستگیر افغانی قابل ذکر ہیں۔ میرے بھائی محترم محمد افتخار فاروقی مجددی صاحب ''فیضانِ دعائے رحمۃ اللعالمین'' کے مولف بھی آپ کے تلامذہ میں

ہیں جس نے آپ سے قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر پڑھی۔ مفتی غیاث احمد مجددی صاحب کو بھی آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے بے شمار شاگرد ہیں۔ آپ کے چھ صاحبزادے ہیں اور چار صاحبزادیاں تھیں جن میں ایک صاحبزادی انتقال فرما گئی ہے۔ آپ کے صاحبزادے محمد ارشاد فاروقی جامع مسجد اتلہ کے خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد فائق فاروقی آپ کے نقش قدم پر سختی سے قائم ہیں جس کی وجہ سے مخالفین اہلسنت کے آنکھوں میں چھبتے ہوئے تیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان کو آپ کے نقش قدم استقامت عطا فرمائے۔ امام باباجی مبارک بروز جمعرات ۹ دسمبر ۲۰۰۴ء کو موت العالِم موت العالَم کے مصداق بن کر ہزاروں سوگواروں کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے بروز جمعہ المبارک ۱۰ دسمبر کو ہزاروں عقیدت مندوں نے ذکر بالجہر کرتے ہوئے آپ کی تدفین کی۔ اور آپ کے وصیت کے مطابق روضہ رسول ﷺ کی مٹی مبارک آپ کے آنکھوں اور رخساروں اور قبر کی زینت بنی۔ ہفت روزہ ضرب اسلام کراچی نے آپ کی وفات پر آپ کی خدمات پر خصوصی مضمون شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ کا قرب نصیب فرمائے اور ہمیں آپ کے طفیل نیک بندوں اور آپ کے تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

فرمودات مولاء کائنات داماد رسول شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(1) اگر کوئی تم کو صرف اپنی ضرورت کے وقت یاد کرتا ہے۔ تو پریشان مت ہونا بلکہ فخر کرنا کہ اس کو اندھیروں میں روشنی کی ضرورت ہے اور وہ تم ہو۔

(2) ڈرنا کامی سے ملا ہوا ہے۔

(3) ہر کسی کو اتنی اہمیت دو جتنی وہ تمہیں دیتا ہے اگر تم کم دو گے تو مغرور کہلاؤ گے زیادہ دو گے تو خود گر جاؤ گے۔

4۔ اچھا دوست چاہے جتنی بار روٹھے منالینا چاہیئے کیونکہ تسبیح کے دانے چاہے جتنی بار بکھرے چن لیے جاتے ہیں۔

5۔ مصیبت کا مقابلہ صبر سے کرو اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے۔

6۔ تیرا نفس تجھ سے وہی کام کروائیگا جس کے ساتھ تو نے اسے مانوس بنایا ہے۔

7۔ کسی انسان کو دکھ دینا اتنا آسان ہے جتنا سمندر میں پتھر پھینکنا مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ پتھر کتنی گہرائی میں گیا ہے۔

﴿طالب دعا﴾

پیر طریقت ورہبر شریعت انجینئر پیر محمد ارشد فاروق علوی (قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی)

آستانہ عالیہ علویہ قادریہ مردان۔

مردان: جشن عید میلاد النبیؐ جلوس کے مختلف مناظر جبکہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر انصار الابرار اپنے ساتھیوں سمیت مرکزی جلوس میں شرکت کیلئے موجود ہے۔







☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆



چارسدہ: الحاج محمد امین باباجیؒ کے دربار پر لبیک یارسول اللہؐ کانفرنس سے علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی خطاب کرتے ہوئے



جامِ کوثر کے چیف ایڈیٹر انصار الابرار غریب اور نادار لوگوں میں مفت راشن تقسیم کرتے ہوئے۔



انصار الابرار چیف ایڈیٹر جامِ کوثر کاگان میں یومِ رضا کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے جبکہ سابق وفاق وزیر خواجہ محمد خان ہوتی سٹیج پر تشریف فرما ہے۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر کاگان میں مولانا احسان اللہ حسین صاحب حطاب کرتے ہوئے جبکہ جامِ کوثر کے چیف ایڈیٹر انصار الابرار خدمت میں کھڑے ہے۔

یومِ رضا کے موقع پر سابق وفاق وزیر خواجہ محمد خان ہوتی اور انصار الابرار سٹیج پر تشریف فرما ہے۔



نظام مصطفیٰ پارٹی کے سربراہ وسابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب صاحب پشاور کے دورے پر پیر خالد قادری صاحب
پیر طفیل احمد جان زکوڑی شریف اور ڈاکٹر محمد فاروق صاحب کے ساتھ ملاقات کر رہے ہیں۔



نظام مصطفیٰ پارٹی کے سربراہ وسابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب صاحب کو پشاور آمد پر پھولوں کے
ہار پہنائے جا رہے ہیں جبکہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر **انصار الابرار** بھی ساتھ موجود ہے۔